۸۱ بخدمت جناب میر محمد اسحاق صاحب
بالمرفیات - دارالانوار
قادیان
Qadian

ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ
رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

شرح چندہ پیشگی

فاروق
قادیان

ایڈیٹر و منیجر میر قاسم علی احمدی

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۳ شعبان ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۳۸ء | نمبر ۳۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ جمعہ مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۸ء

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے متعلق تاریخ۔ انجیل۔ اقوامِ عالم اور احادیث صحیحہ کی متحدہ شہادت
اور
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ حوالجات کا صحیح مفہوم

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میرا آج کا خطبہ

بھی گذشتہ دونوں خطبات کے تسلسل میں ہی ہے۔ گذشتہ خطبہ میں مَیں نے اس امر پر بحث کی تھی۔ کہ اصولی طور پر بائیبل قرآن اور احادیث سے انبیاء کے متعلق کیا معلوم ہوتا ہے۔ اور آیا وہ قتل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ آج میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق خصوصیت کے ساتھ جو باتیں تاریخ یا احادیث یا بائیبل سے ثابت ہیں۔ ان کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مقام

ایسا مقام نہیں ہے۔ جو شبہات پیدا کرنے والا ہو۔ کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک ایسے زمانہ میں ظاہر ہوئے۔ جبکہ تاریخ مدوّن ہونی شروع ہو گئی تھی۔ بعض انبیاء بے شک ایسے زمانوں میں ہوئے ہیں۔ جبکہ ابھی تاریخ مدوّن ہونی شروع نہیں ہوئی تھی۔ اور اس وقت کے انبیاء کی نسبت حقیقت کا معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔ مثلاً حضرت شیث علیہ السلام کے متعلق بڑے اختلافات ہیں حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بڑے اختلافات ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق بڑے اختلافات ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ایسے زمانوں میں ہوئے ہیں۔ جبکہ تاریخ کی تدوین ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ اور چونکہ ان انبیاء کے حالات کا مدار زیادہ تر سنی سنائی باتوں پر تھا۔ اس لئے ان کے متعلق بہت سے اختلافات ہو گئے۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک ایسے نبی ہیں۔ جن کے زمانہ سے تاریخ کی تدوین شروع ہوئی تھی۔ گو تاریخ کی اصل تدوین رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے۔ مگر بہرحال حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اسکی بنیاد پڑنی شروع ہو گئی تھی۔

پس جبکہ حضرت یوحنا یا حضرت یحییٰ ع جیسا کہ قرآن کریم میں ان کا نام آتا ہے۔ ایک تاریخی آدمی ہیں۔ تو ان کے متعلق

تاریخی شہادتیں

ہمارے لئے بہت کچھ روشنی کا موجب ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ ایک نبی کی اپنی جماعت ممکن ہے کسی ایسے معاملہ میں جو ان کے مفید پڑتا ہو۔ مبالغہ سے کام لے۔ ممکن ہے۔ دشمن بھی ایسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معاملہ میں جو اس کے حق میں ہو۔ مبالغہ سے کام لے۔ مگر جب دوست دشمن متفق ہوں۔ اور جب ایک تیسرا بے تعلق شخص بھی وہی بات کہے۔ اور پھر وہ اس بات کو تاریخ میں اسی وقت لکھ دے۔ اور وہ تاریخ محفوظ چلی آئے۔ تو اس کے متعلق اگر شکوک وشبہات شروع کر دیئے جائیں۔ تو اس کا لازمی یہ نکلے گا۔ کہ ہمیں ہر بات میں شک کرنا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب بعض لوگوں نے شک کرنا شروع کر دیا۔ تو انہوں نے اس حد تک لکھ دیا۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا وجود ہی نہ تھا۔ اور بعض نے لکھ دیا۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا وجود وہمی ہے۔ اور بعض نے یہ لکھ دیا ہے۔ کہ بدھ کوئی آدمی ہی نہیں ہوئے۔ تو اگر ان صداقتوں کا انکار کیا جائے۔ جو تاریخی ہوں۔ اور جن کا مخالف وموافق اقرار کرتے ہوں۔ تو پھر کوئی ٹھکانا ہی نہیں رہتا۔ چنانچہ دیکھ لو۔

چکڑالوی فرقہ

کے لوگوں نے جب شک کیا۔ تو یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ جو آج کل لوگ پڑھتے ہیں۔ یہ نماز لوگوں نے بعد میں بنالی ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر بقول ان کے قرآن میں نہیں ہے۔ اسی طرح بیسیوں واقعات وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے تاریخوں میں پڑھتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ انہیں اپنے فہم قرآن کے رو سے قرآن کریم کے احکام کے مطابق نہیں سمجھتے۔ اسلیئے تاریخی شہادتوں کا بالکل انکار کر دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ بعض دفعہ تاریخ بھی غلطی کر جاتی ہے۔ مگر جب تاریخ اور مذہب اور قومی روایات تینوں باتیں جمع ہوں۔ تو پھر ان کو رد کرنا انسان کو ایسے مقام پر کھڑا کر دیتا ہے۔ کہ اس کے لئے کوئی چیز ثابت کرنی ممکن ہی نہیں رہتی۔ اور دنیا کی نگاہوں میں بھی اسکی عزت جاتی رہتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے یہ واقعہ سنا ہوا ہے۔ آپ فرمایا کرتے۔ کہ کوئی شخص تھا۔ جو بڑا بزرگ کہلاتا تھا۔ کسی بادشاہ کا وزیر اتفاقاً اس کا معتقد ہو گیا۔ اور اس نے ہر جگہ اسکی بزرگی اور ولایت کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اور کہنا شروع کر دیا۔ کہ وہ بڑے بزرگ اور خدا رسیدہ انسان ہیں۔ یہاں تک کہ اس نے بادشاہ کو بھی تحریک کی۔ اور کہا۔ کہ آپ ان کی ضرور زیارت کریں چنانچہ بادشاہ نے کہا۔ اچھا میں فلاں دن اس کے پاس چلوں گا۔ وزیر نے یہ بات فوراً اس بزرگ کے پاس پہنچا دی۔ اور کہا۔ کہ بادشاہ فلاں دن آپ کے پاس آئے گا۔ آپ اس سے اس طرح باتیں کریں۔ تاکہ اس پر اثر ہو جائے۔ اور وہ بھی آپ کا معتقد ہو جائے۔ معلوم نہیں وہ بزرگ تھا یا نہیں۔ مگر بے وقوف ضرور تھا۔ جب اسے اطلاع پہنچی۔ کہ بادشاہ آنے والا ہے۔ اور اس سے مجھے ایسی باتیں کرنی چاہئیں۔ جن کا اسکی طبیعت پر اچھا اثر ہو۔ تو اس نے اپنے ذہن میں کچھ باتیں سوچ لیں۔ اور جب بادشاہ اس سے ملنے کے لئے آیا۔ تو وہ کہنے لگا۔ بادشاہ سلامت آپ کو انصاف کرنا چاہیئے۔ دیکھئے مسلمانوں میں سے جو

سکندر نامی بادشاہ گزرا ہے

وہ کیسا عادل اور منصف تھا۔ اور اس کا آج تک کتنا شہرہ ہے۔ حالانکہ سکندر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ سے سینکڑوں سال پہلے بلکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بھی پہلے ہو چکا تھا۔ مگر اس نے سکندر کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کا بادشاہ قرار دے کر اسے مسلمان بادشاہ قرار دے دیا۔ جس کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھی سینکڑوں سال بعد ہوا تھا۔ کیونکہ سکندر خلافت اربعہ کے زمانہ میں تو ہو نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس وقت خلفاء کی حکومت تھی۔ حضرت معاویہ کے زمانہ میں بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس وقت حضرت معاویہ تمام دنیا کے بادشاہ تھے۔ بنو عباس کے ابتدائی ایام خلافت میں بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس وقت وہی روئے زمین کے حکمران تھے۔ پس اگر سکندر مسلمان تھا۔ تو وہ چوتھی پانچویں صدی ہجری کا بادشاہ ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سینکڑوں سال پہلے گزرا ہے۔ تو وہ جو سینکڑوں سال پہلے کا بادشاہ تھا۔ اسے اس شخص نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اسلام کی امت میں سے قرار دیدیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بادشاہ اس سے سخت بدظن ہو کر فوراً اٹھ کر چلا گیا

تاریخ دانی بزرگی کے لئے شرط نہیں

مگر یہ مصیبت تو اس نے آپ سہیڑ لی۔ اسے کس نے کہا تھا۔ کہ وہ تاریخ میں دخل دینا شروع کر دے۔ تو تاریخ کا انکار اور ایسی تاریخ کا انکار جس کو غلط کہنے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو۔ لوگوں کی نگاہ میں انسان کو گرا دیتا ہے۔ حضرت یحیےٰ علیہ السلام بھی ایک ایسے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ جو تاریخی زمانہ ہے۔ اور اسی وقت سے کچھ نہ کچھ عیسائیت کی اور کچھ نہ کچھ یہودیت کی تاریخ مدون ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ یہودیوں کا ایک ہی مورخ جو دنیا کے بڑے مؤرخین میں سے سمجھا جاتا ہے۔ واقعۂ صلیب کے بالکل قریب زمانہ میں پیدا ہوا ہے۔ یعنی واقعۂ صلیب کے ۲۶ - ۲۷ سال بعد۔ اس کا نام

جوزیفس

تھا۔ اور چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر لٹکائے گئے تھے۔ اس لئے ہمارے عقیدہ کے رو سے وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر کے ۶۹ ویں یا سترھویں سال میں پیدا ہوا تھا۔ اور چونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر ہمارے نزدیک ایک سو بیس سال کی ہوئی ہے۔ اس لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام جب فوت ہوئے ہیں۔ اس وقت جوزیفس کی عمر ۵۰ یا ۵۱ سال کی تھی۔ اور وہ اس وقت تک بہت بڑا مورخ بہت بڑا گورنر اور بہت بڑا جرنیل کہلا چکا تھا۔ کیونکہ جوزیفس صرف مورخ ہی نہیں تھا۔ بلکہ جرنیل بھی تھا۔ اور گورنر بھی رہا ہے۔ اور اسے صحیح واقعات معلوم کرنے کا پورا موقعہ حاصل تھا۔ چونکہ وہ حضرت یحیےٰ علیہ السلام کے واقعہ کے صرف ۳۷ یا ۳۸ سال بعد پیدا ہوا ہے۔ اس کے بلوغ اور جوانی کے وقت تک یقیناً ابھی سینکڑوں ایسے لوگ زندہ ہونگے۔ جنہوں نے خود حضرت یحیےٰ علیہ السلام سے بپتسمہ لیا ہوگا۔ اور لاکھوں اس وقت کے حالات جاننے والے اور عینی شاہدوں سے سننے والے موجود ہوں گے۔ آج

غدر پر ۸۲ سال گزر چکے ہیں

مگر کیا ۸۲ سال کے واقعہ پر کوئی شبہ کر سکتا ہے۔ اور کہہ سکتا ہے۔ کہ غدر ہوا ہی نہیں۔ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جنہوں نے غدر میں شمولیت کی۔ اور وہ اس وقت کے چشم دید واقعات بیان کرتے ہیں۔

تھوڑے ہی دن ہوئے۔ ایک شخص میری بیعت کے لئے آئے۔ ان کی باتوں سے مجھے یوں محسوس ہوا۔ کہ وہ بہت بڑی عمر کے ہیں۔ کیونکہ وہ پرانی پرانی باتیں بیان کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی عمر بہت بڑی ہے۔ اور غالباً آپ اسّی نوّے سال کے ہوں گے۔ وہ کہنے لگے۔ اسّی نوّے سال؟ میری عمر تو ۱۳۱ سال کی ہے۔ دس بارہ سال ہوئے۔ گجرات سے ایک دوست بیعت کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے اپنی عمر ایک سو بیس سال بتائی تھی۔ اگر وہ زندہ ہیں۔ تو گویا یہ دونوں ہم عمر ہیں۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ غدر میں انہوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ اور وہ اس وقت کی باتیں اس طرح بیان کرتے تھے۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا۔ گویا قبروں میں سے کوئی آدمی اٹھ کر آ گیا ہے۔ اور وہ باتیں بیان کر رہا ہے۔ اور ابھی ماشاء اللہ ان کے قویٰ اچھے خاصے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا۔ کہ وہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے استاد کے استاد کے مرید اور شاگرد ہیں۔ اور ان کے پیر اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دار العلوم دیوبند کے پیر ایک ہی شخص تھے۔ کئی واقعات جو ہم حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے سنا کرتے تھے۔ وہ انہوں نے اس مجلس میں بیٹھے بیٹھے سنائے۔ اور وہ اسی طرح تھے۔ جس طرح ہم نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے سنے تھے۔ وہ سرساوہ کے رہنے والے ہیں۔ جہاں کے شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی ہیں۔ میں نے جب تعجب سے ان سے پوچھا۔ کہ آپ تو شیخ اسماعیل صاحب سرساوی سے بہت بڑے ہوں گے۔ تو وہ کہنے لگے۔ آپ ان سے کہتے ہیں۔ میں تو ان کے والد جن کا یہ نام تھا۔ ان سے بھی عمر میں بہت بڑا تھا۔ پھر کہنے لگے۔ پیر سراج الحق صاحب مرحوم کو تو میں نے گودی میں کھلایا ہے۔ تو ایسے آدمی دنیا میں آج کل بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کی عمریں بہت بڑی ہیں۔ اور وہ

سَو۔ سوا سَو سال کے واقعات کے عینی شاہد

ہیں۔ گذشتہ سال مجھے ایک بوڑھے آدمی ملے ان کی شکل حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اس قدر ملتی جلتی تھی۔ کہ میں نے دیکھتے ہی کہا۔ آپ ان کے رشتہ دار ہیں۔ انہوں نے کہا میں ان کا چچا ہوں۔ اور ان کی عیادت کے لئے آیا ہوں۔ ان کے چہرے سے جس قسم کی طاقت ظاہر ہوتی تھی۔ اس سے اندازہ کر کے میں نے قیاس کیا۔ کہ یہ غالباً ان سے چھوٹے ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات بھتیجے کی عمر چچا سے زیادہ بھی ہوتی ہے۔ اس لئے میں نے ان سے کہا۔ کہ کیا آپ حافظ صاحب سے چھوٹے ہیں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا ہے۔ ”جدوں اسدی ماؤ دا دیاہ ہویا سی اودوں میں اٹھاراں وریاں دا سال“ یعنی جب ان کی والدہ کی شادی میرے بھائی سے ہوئی تھی۔ اس وقت میری عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ حافظ صاحب کے قویٰ بھی مضبوط تھے۔ گو اب بیماری کی وجہ سے وہ کمزور ہو گئے ہوں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مگر پھر بھی ان کا اپنے چچا سے کوئی جوڑ ہی نہیں۔ پھر انہوں نے کہا۔ اس وقت میری عمر ۹۸-۹۹ سال کی ہے۔ اور چونکہ یہ گذشتہ سال کا واقعہ ہے۔ اس لئے اب وہ ۹۹ سال یا سَو سال کے ہوں گے۔ تو ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں۔ جو

خاص طور پر لمبی عمر رکھنے والے

ہوتے ہیں۔ مَیں نے اپنے تجربہ میں ہی ایسے کئی آدمی دیکھے ہیں۔ ہماری تائی صاحبہ تھیں۔ وہ بھی سَو سال کی تھیں۔ اسی طرح اور کئی لوگ ہوتے ہیں۔ قادیان کے ایک نائی تھے۔ جو قریباً سَو سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ گویا قادیان میں ہی تین چار آدمی مجھے ایسے معلوم ہیں۔ جنہوں نے سَو سال یا اس سے زیادہ عمر پائی۔ تو اگر چھوٹے چھوٹے قصبات میں بھی تین چار ایسے آدمی مل سکتے ہیں۔ جو اتنی لمبی عمر پانے والے ہوں۔ تو ایک قوم میں تو یقیناً سینکڑوں ایسے آدمی ہوتے ہوں گے۔ جن کی عمر سَو سال کے قریب ہوتی ہوگی۔

پس جوزیفس کی جوانی کے وقت جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ستاون اٹھاون سال بعد کا زمانہ ہے۔ یقیناً سینکڑوں آدمی موجود ہوں گے۔ جو اس وقت کے عینی شاہد یا صحیح حالات جاننے والے ہوں گے۔ کیونکہ جوزیفس کے متعلق اگر یہ سمجھا جائے۔ کہ اس نے بیس بائیس سال کی عمر میں حالات جمع کرنے شروع کئے۔ تو جو لوگ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعہ کے وقت بیس سال کی عمر کے ہوں۔ ان کی عمر جوزیفس کی بیس سال کی عمر کے وقت چھہتر ستتر سال کی ہوتی ہے۔ پس یقیناً ان کے خاص مریدوں یا ان کے حالات کو دیکھنے والے غیر جانبدار لوگوں سے واقعات سُنکر جوزیفس نے اپنی تاریخ میں

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی وفات کے واقعات

لکھے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مریدوں میں سے ایسے لاکھوں آدمی اس وقت موجود تھے۔ جو گویا تابعی تھے۔ اور جنہوں نے اس وقت کے حالات دیکھنے والوں سے حالات سُنے تھے۔ ان سب سے معلوم ہو سکتا تھا۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں۔ یا شہید کئے گئے ہیں۔ پس

جوزیفس کی گواہی

نہایت ہی زبردست گواہی ہے۔ یہ سنہ ۳۶-۳۷ء عیسوی میں پیدا ہوا۔ گویا اس وقت پیدا ہوا۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعہ پر ابھی صرف ۷-۳ سال گذرے تھے۔ اور اگر تاریخ کی تاریخ کی تدوین کے وقت اسکی عمر بیس سال سمجھی جائے۔ تو گویا جس وقت اس نے تاریخ لکھی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعۂ قتل پر صرف ۷۰ سال گذرے تھے۔ یہ شخص حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مرید نہیں۔ نہ عیسائی اور رومی ہے۔ بلکہ یہودی ہے۔ اور اس وجہ سے اسکی گواہی بالکل غیر جانبدارانہ ہے اس نے اپنی تاریخ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے واقعات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔ بادشاہ ہیروڈ انٹی الیس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا رسوخ دیکھ کر اس ڈر سے کہ زور پکڑ کر بغاوت نہ کردیں میچرس کے قلعہ میں ان کو قید کردیا۔ اور بعد میں مروا دیا۔ (ہیروڈ انٹی الیس گورنر تھا۔ مگر چونکہ پُرانے زمانہ میں گورنروں کو بادشاہ کہدیا جاتا تھا۔ اس لئے جوزیفس نے بھی ہیروڈ کو بادشاہ قرار دیا ہے۔ ورنہ درحقیقت وہ بادشاہ نہیں۔ بلکہ گورنر تھا۔ ایشیا میں پرانے زمانہ میں یہی طریق رائج تھا۔ چنانچہ الف لیلہ میں نہایت کثرت سے گورنروں کو بادشاہ کے نام سے پکارا گیا ہے)

اس واقعۂ شہادت کی تفصیلات تاریخ میں اس طرح آتی ہے۔ کہ ہیروڈ انٹی الیس کا ایک بھائی فیلبوس نامی تھا۔ جب وہ مرا۔ تو ہیروڈ انٹی الیس نے چاہا۔ کہ اسکی بیوی ہیرودیاس سے شادی کرے۔ اس کے خلاف حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بعض اخلاقی وجوہ سے اعتراض کیا۔ شُبہ یہ کیا جاتا ہے۔ کہ ہیروڈ انٹی الیس کا پہلے سے اس عورت کے ساتھ ناجائز تعلق تھا۔ اور اسی نے اپنے بھائی کو مروا ڈالا تھا۔ بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ عورت خود خراب اور بدچلن تھی۔ اور اس نے اپنے خاوند کو مروایا۔ بہرحال حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اعتراض تاریخی طور پر ثابت ہے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا۔ کہ یہ شادی مناسب نہیں۔ کیونکہ اس طرح قوم کے اخلاق پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ چونکہ وہ یہودیوں کا علاقہ تھا۔ اور گورنر کو یہودیوں کا لحاظ رکھنا پڑتا تھا۔ اس لئے اس نے شادی تو نہ کی۔ مگر دل میں اس نے اس بات کو بہت بُرا محسوس کیا۔ اور اس عورت کو بھی لازماً بُرا محسوس ہؤا۔ کہ میں ملکہ بننے والی تھی۔ مگر (حضرت) یحییٰ کی وجہ سے نہ بن سکی۔ چنانچہ اس نے اندر ہی اندر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خلاف سازش شروع کردی۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس نے اس عورت سے شادی کرلی تھی۔ اور اپنے گھر میں رکھ لیا تھا۔ بہرحال ہیروڈ انٹی الیس اور اس عورت کو اس بات کا غصہ تھا۔ کہ حضرت یحییٰ نے ان کے رستہ میں رکاوٹ کیوں ڈالی۔ ایک دفعہ جبکہ ہیروڈ انٹی الیس کی سالگرہ کا دن تھا۔ تو ہیرودیاس کی بیٹی جو ہیروڈ انٹی الیس کی بھتیجی تھی۔ اس کے سامنے ناچی۔

(ہمارے دوستوں کو اس موقعہ پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ایک بھتیجی چچا کے سامنے کس طرح ناچ سکتی ہے۔ یہ رومیوں کی بات ہے۔ اور ان میں شراب پینا اور ناچ کرنا دونوں باتیں جائز سمجھی جاتی تھیں)

بہرحال جب وہ ناچی۔ تو ہیروڈ انٹی الیس بہت ہی خوش ہؤا۔ اور اس نے کہا۔ مانگ جو کچھ مانگتی ہے۔ اس پر جیسا کہ اسکی ماں ہیرودیاس نے اسے سکھا رکھا تھا۔ کہا۔ کہ میں یحییٰ کا سر مانگتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا۔ اگر میں نے یحییٰ کو قتل کرایا۔ تو بغاوت ہو جائے گی۔ وہ کہنے لگی کچھ ہو۔ آپ نے وعدہ کیا ہے۔ کہ میں جو کچھ مانگوں گی۔ آپ دیں گے۔ پس آپ اپنے وعدے کا پاس کریں۔ اس پر بادشاہ نے اپنے آدمی بھجوا کر قید خانہ میں

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کرادیا

اور ان کا سر لڑکی کے سامنے رکھ دیا۔

اب یہ واقعہ ایک غیر جانبدار مورخ لکھتا ہے۔ کوئی عیسائی نہیں لکھتا۔ کوئی یہودی نہیں لکھتا۔ (یعنے ایسا یہودی نہیں لکھتا۔ جو مذہبی آدمی ہو۔ اور نہ یہ واقعہ وہ کسی مذہبی بناء پر لکھ رہا ہے) اور ایسی حالت میں لکھتا ہے۔ جبکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل پر ابھی صرف پچاس ساٹھ سال کا عرصہ گزرا اور اس وقت کے واقعات کو جاننے والے سینکڑوں زندہ ہوتے ہیں۔ اور کوئی جھوٹ اور غلط بات نہیں لکھی جاسکتی۔ پھر یہ مورخ کوئی معمولی نہیں۔ بلکہ ایسا سچ بولنے والا مورخ ہے۔ کہ عیسائی بھی اسکی باتیں تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جوزیفس نہایت راستباز مورخ تھا۔ وہ جان بوجھ کر غلط بیانی کبھی نہیں کرتا۔ ہاں اتفاق سے کوئی غلطی کرجائے تو اور بات ہے۔ اسی وجہ سے عیسائی مورخ اسکی بڑی قدر کرتے ہیں۔ اور یہودی بھی بڑی قدر کرتے ہیں۔ ایسا

راستباز اور مشہور مورخ

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے صرف پچاس ساٹھ سال بعد لکھتا ہے۔ کہ ہیروڈ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کرایا۔ اور جب لڑکی نے یحییٰ عم کا سر مانگا۔ تو اس نے کہا۔ کہ حضرت یحییٰ عم کو ماننے والے بہت ہیں۔ اگر میں نے انہیں قتل کرایا۔ تو بغاوت ہوجائے گی۔ جس پر لڑکی نے کہا۔ کہ آپ نے جب وعدہ کیا ہے۔ تو اسے پورا کریں۔ خواہ کچھ ہو۔ چنانچہ اس نے قید خانہ میں آپ کو قتل کرایا۔ اور آپ کا سر منگوا کر اپنی بھتیجی کے سامنے پیش کیا۔ اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مریدوں اور انجیلوں کے بیانوں کے ساتھ ایک ایسے مشہور اور راستباز مورخ کا بیان بھی مل جاتا ہے۔ جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے صرف پچاس سال بعد آپ کا واقعہ لکھ رہا ہے۔ اور پھر بھی ہم اسے درست تسلیم نہ کریں۔ تو ہم کسی بات کو بھی یقینی نہیں کہہ سکتے۔ پھر تو غدر کے متعلق بھی شُبہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ ہؤا یا نہیں۔ یہ بھی شُبہ ہوسکتا ہے۔ کہ انگریز کہیں باہر سے نہیں آئے۔ بلکہ ہندوستان ہی کی ایک قوم ہیں۔ یہ بھی شُبہ ہوسکتا ہے۔ کہ شاید مولوی اسماعیل صاحب شہید کوئی آدمی ہی نہیں گزرے۔ ابوظفر بادشاہ کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ ان کا کوئی تاریخی وجود نہ تھا۔ کیونکہ ان کی موت پر ۸۲ سال گزر چکے ہیں۔ اور اتنی

دیر کی بات صحیح نہیں سمجھی جاسکتی

سید احمد صاحب بریلوی پر سَو سال سے اوپر گزر چکے ہیں۔ ان کے وجود میں بھی شُبہ کیا جاسکتا ہے۔ پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت پر بھی قریباً نوّے سال گزر چکے ہیں ان کے وجود کا بھی انکار کیا جاسکتا ہے۔ مگر کیا ان تمام واقعات میں سے کسی ایک کے متعلق بھی ہمیں شُبہ ہؤا ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ ان میں شُبہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ قریب کے واقعات ہیں۔ اور ہزاروں لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ باتیں ہوئی ہیں۔ اسی طرح یہ ناممکن ہے۔ کہ

جوزیفس کی شہادت

کو رد کیا جاسکے۔ کیونکہ وہ ایک ایسے زمانہ میں ہؤا ہے۔ جبکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعہ پر ابھی صرف پچاس ساٹھ سال گذرے تھے۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی ان کے مریدوں میں سے زندہ تھے۔ اور اس وقت کے حالات کو دیکھنے والے۔ یا دیکھنے والوں سے سُننے والے موجود تھے۔ ایسا زمانہ میں ایسا مشہور مورخ یہ نہیں لکھتا۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام فوت ہوئے ہیں۔ بلکہ یہ لکھتا ہے۔ کہ وہ قتل کیے گئے۔ پس ان کا قتل تاریخی طور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پر یقیناً ثابت ہے۔

پھر تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی جماعت

صدیوں تک قائم رہی ہے۔ اور صدیوں تک ان پر ایمان لانے والے دنیا میں موجود رہے ہیں۔ اور ان تمام کا یہی عقیدہ تھا۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں۔ عیسائی بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ وہ شہید ہوئے۔ اور یہودی بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ وہ شہید ہوئے۔ مورخ بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ وہ شہید ہوئے۔ اب یہ عجیب بات ہے۔ کہ اس وقت حضرت یحییٰؑ کے ملک میں تین قومیں موجود تھیں۔ اور

تینوں کی متفقہ شہادت

یہی ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ یہودی کہتے ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ عیسائی کہتے ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ حضرت یحییٰ کے مرید کہتے ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ پھر ان تینوں قوموں کی شہادت کے ساتھ مورخوں کی شہادت بھی مل جاتی ہے۔ اور وہ بھی کہتے ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ ان تمام واقعات کی موجودگی میں اگر ہم انیس سو سال کے بعد آج اُٹھ کر یہ کہدیں۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے۔ تو دنیا کس طرح ہماری اس بات کو مان سکتی ہے۔ یا خود ہماری عقلیں کس طرح اس عقیدہ کو تسلیم کر سکتی ہیں۔ ممکن ہے۔ کوئی کہہ دے۔ کہ کیا انیس سو سال تک لوگ یہ نہیں کہتے رہے۔ کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر

لٹک کر فوت ہوئے ہیں۔ اور کیا انیس سو سال کے بعد جماعت احمدیہ نے اس نظریہ کو نہیں بدلا۔ پھر اگر یہ کہہ دیا جائے۔ کہ انیس سو سال تک عیسائی یہودی اور مورخ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ کہتے رہے وہ غلط ہے۔ تو اس میں عجیب بات کونسی ہے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم واقعہ صلیب کے متعلق عیسائیوں اور یہودیوں کی گواہی اسلئے تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اس میں عیسائیوں اور یہودیوں کی خود غرضی ہے۔ اور وہ اگر سچی بات بیان کریں۔ تو ان کے اپنے مذہب پر پانی پھرتا ہے عیسائی کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹک کر فوت ہوئے۔ اور اس میں یقیناً عیسائیوں کا فائدہ ہے۔ کیونکہ ان کے

کفارہ کی بنیاد

اسی امر پر ہے۔ کہ مسیح نے ان کے گناہ اٹھا لئے۔ اور ان کے بدلہ میں خود جان دے دی۔ یہودی کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح صلیب پر مرے۔ مگر اسلئے کہ وہ چاہتے ہیں۔ حضرت مسیح کو ملعون ثابت کریں۔ چونکہ وہ حضرت مسیحؑ کو ماننا نہیں چاہتے۔ بلکہ چاہتے ہیں۔ انہیں ملعون ثابت کریں۔ اس لئے وہ کہتے ہیں مسیح صلیب پر لٹکا۔ اور پھر وہاں سے زندہ نہیں اترا۔ بلکہ صلیب پر لٹک کر مر گیا۔ اور تورات کے مطابق نعوذ باللہ ملعون ثابت ہوا۔ اسی طرح رومی کہتے ہیں۔ کہ

حضرت مسیح صلیب پر فوت ہوئے

مگر اسلئے کہ رومی گورنر پیلاطس پر جو ہیروڈانیٹی پاس کے ماتحت تھا۔ یہ الزام آتا تھا۔ کہ اس نے حضرت مسیح کو بچانے کی کوشش کی۔ پس چونکہ اس پر بھی الزام آتا تھا۔ اس لئے لازماً اس نے بھی حقیقت پر پردہ ڈالنا تھا۔ پس چونکہ وہاں تینوں قوموں کا مفاد اسی امر میں تھا۔ کہ یہ مشہور کریں۔ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹک کر فوت ہو گئے ہیں۔ اس لئے ان کی شہادت مخدوش تھی۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہنے میں کہ وہ شہید ہو گئے ہیں۔ ان کی قوم کا کیا فائدہ تھا۔ وہ تو اس امر کی قائل نہیں۔ کہ حضرت یحییٰؑ ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر ان کے لئے کفارہ بن گئے۔ پھر انہیں اپنے پیر کے شہید ہونے کی خبر دینے کا کیا فائدہ تھا۔ خصوصاً جبکہ اسوقت بعض یہود کا یہ عقیدہ بھی تھا۔ کہ جو مارا جائے۔ وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ وہ اپنے پیر کو جھوٹا کس طرح بنا سکتے تھے۔ اسی طرح یہودی جب حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ صلیب پر لٹک کر فوت ہوئے۔ تو ہر شخص کو نظر آرہا ہوتا ہے۔ کہ ان کا مقصد یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح کو ملعون ثابت کریں۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو مقتول قرار دینے میں ان کی یہ غرض تو نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو یہود ان کے مرید نہ تھے۔ وہ بھی انہیں برگزیدہ انسان تسلیم کرتے تھے۔ اسی طرح عیسائی بھی یہی مانتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے تھے۔ حالانکہ ان کو شہید ماننے میں نہ صرف یہ کہ عیسائیوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ ان پر بہت بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بے گناہ مانتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی راستباز مانتے ہیں۔

پس جب وہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ ہمارے گناہوں کے بدلہ میں کفارہ ہو گئے۔ تو ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے۔ کہ اسمیں مسیح کی کیا خصوصیت ہے۔ یحییٰ نبی کے متعلق بھی تم تسلیم کرتے ہو۔ کہ وہ راستباز اور بے عیب تھا۔ پس اگر وہ بھی مارا گیا۔ تو اسکی نسبت بھی کہنا چاہیئے۔ کہ لوگوں کے گناہ اٹھا کر لے گیا۔ اس صورت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی جو

منفردانہ حیثیت

ہے۔ وہ بالکل جاتی رہتی ہے۔

پس حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید تسلیم کرنے میں عیسائیوں کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ اُلٹا ان پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اور کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یوحنا بھی کفارہ ہو گیا۔ اور تم اپنے مسیح کی جو خصوصیت پیش کرتے ہو۔ وہ جاتی رہی۔

پس حقیقت یہ ہے۔ کہ گو حضرت یحییٰؑ قتل ہوئے تھے۔ مگر عیسائی یہی کہتے۔ کہ وہ کوئی قتل نہیں ہوئے۔ تا حضرت مسیحؑ کی اس منفردانہ حیثیت پر حملہ نہ ہو۔ جو وہ پیش کرتے ہیں۔ مگر باوجود اس اعتراض کے وارد ہونے کے وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ پس اس میں کسی کا فائدہ نہ تھا۔ بلکہ ان کا قتل تسلیم کرنے میں عیسائیوں کا نقصان تھا۔ کیونکہ اس طرح انہیں ماننا پڑتا تھا کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی بے گناہوں کے لئے کفارہ نہیں ہوئے۔ بلکہ ایک اور بے گناہ بھی گنہگاروں کے لئے کفارہ ہوا۔ اور دشمنوں کی شرارت سے مارا گیا۔ اور اسکو تسلیم کرنا عیسائیوں کے لئے سخت گراں ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ ایک حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ جو لوگوں کے لئے کفارہ ہوئے۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ عیسائی پہلے بھی

بعض نبیوں کے قتل کے قائل

ہیں۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل ماننے سے ان پر زیادہ اعتراض کس طرح آسکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بے شک وہ بعض اور انبیاء کے قتل کے بھی قائل ہیں۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام وہ ہیں جنہیں وہ بے گناہ قرار دیتے ہیں۔ اور جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیعت کی تھی۔ اور جن کے متعلق نیک راستباز اور بے عیب کے الفاظ اناجیل میں آتے ہیں۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعۂ قتل اور دوسرے بعض انبیاء کے واقعۂ قتل میں بہت بڑا فرق ہے۔ دوسرے انبیاء پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے فلاں فلاں گناہ کئے۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اناجیل میں تعریفیں کی گئی ہیں۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل تو عیسائیوں کے خلاف حربہ قرار پا سکتا ہے۔ مگر اور انبیاء کا قتل ان کے خلاف حربہ قرار نہیں پا سکتا۔ ان کے متعلق کہنے والا کہہ سکتا ہے۔ کہ جیسی قربانی حضرت مسیح علیہ السلام نے کی۔ ویسی ہی قربانی حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کی۔ دونوں میں کونسا فرق ہے۔ وہ بھی کفارہ ہوئے۔ اور یہ بھی۔ غرض عیسائیوں کا فائدہ اسی میں تھا۔ کہ گو حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ وہ یہی کہتے۔ کہ وہ شہید نہیں ہوئے۔ مگر باوجود اس کے کہ ان کا اپنا مفاد ان کو شہید تسلیم نہ کرنے میں تھا۔ پھر بھی وہ اس امر کے قائل ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق باوجودیکہ رومیوں۔ یہودیوں اور عیسائیوں تینوں کا فائدہ اسی امر میں تھا۔ کہ آپ کو

صلیب پر فوت شدہ

ثابت کریں۔ پھر بھی کس طرح حق پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہو گیا۔ رومی اور یہودی کہتے تھے۔ کہ آپ صلیب پر فوت ہو گئے۔ مگر انہی دنوں یہودیوں نے روم کے گورنر کے پاس شکایت کی۔ کہ مسیح کے مرید یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ مسیح زندہ ہو گیا ہے۔ پس اسکی قبر پر پہرہ لگایا جائے۔ چنانچہ گورنر نے یہود کے کہنے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر پر پہرے لگا دیئے۔ گویا یہودیوں نے بھی حضرت مسیح کے زندہ ہونے کی خبر تسلیم کر لی۔ اور گورنر روم نے بھی ان کی بات پر اعتبار کر لیا۔ اور اس نے ضروری سمجھا۔ کہ آپ کی قبر پر پہرہ لگا دے۔ پھر عیسائی کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہوئے۔ مگر انجیل میں صاف لکھا ہے۔ کہ قبر میں سے نکل کر حضرت مسیح لوگوں سے چھپکر یروشلم میں پھرتے رہے۔ انہوں نے اپنے حواریوں کو اپنے زخم دکھائے۔ اور کہا میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو۔ کہ میں ہی ہوں۔ اور مجھے چھوؤ۔ اور دیکھو۔ کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں۔ جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور یہ کہکر انہیں اپنے ہاتھ پاؤں دکھائے اور پھر بھنی ہوئی مچھلی کا قتلہ لے کر ان سے کھایا۔ بلکہ اس کے بعد انہوں نے یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ پھر وہ انہیں ایک پہاڑ پر لے گیا۔ اور برکت دے کر غائب ہو گیا۔ پس اگر ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ

حضرت مسیح صلیب پر سے زندہ اُترے

تو تاریخ ہمیں یہ کہنے کا حق دیتی ہے۔ کہ ہم صرف یہیں تک بس نہیں کر دیتے۔ کہ ثابت کر دیں۔ وہ صلیب پر سے زندہ اتر آئے۔ بلکہ ہم پھر انکی بعد کی زندگی کے حالات بیان کرتے ہیں۔ اور کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر میں کشمیر میں لا کر ان کی قبر بھی دکھا دیتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ تاریخی شواہد سے ثابت کرتے ہیں۔ پس چونکہ اس بحث میں ہم تاریخی تائید اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور ہمارے مخالف تاریخی پہلو کو ترک کرتے ہیں۔ اس لئے ہم غالب رہتے ہیں۔ اور وہ مغلوب۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے۔ بلکہ زندہ رہے تھے۔ تو اس سوال کا جواب ہمارے پاس کوئی نہیں کہ پھر ان کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قتل کی خبر کیونکر مشہور ہوئی

اور کس طرح ان کے مریدوں عیسائیوں اور دوسرے یہود نے اسے صحیح تسلیم کر لیا۔ اور یہانتک کہہ دیا۔ کہ ہم نے ان کی لاش خود دفن کی ہے۔ اور کس طرح اس واقعہ پر پردہ پڑا رہا حتیٰ کہ قریب زمانہ بعد میں آنے والے بھی یہی قصہ لکھنے پر مجبور ہوئے۔ اور پھر یہ کہ اگر حضرت یحییٰؑ مارے نہیں گئے تھے۔ تو انہوں نے بقیہ زندگی کہاں گزاری اور کہاں چھپے رہے۔ اور کیوں چھپے رہے۔ اور ان کے مرید کیوں ان سے نہ ملتے تھے اور گورنر کو یہ دھوکا کس طرح لگا۔ کہ میرے آدمیوں نے حضرت یحییٰ کو قتل کر دیا ہے۔ اور سر جو لایا گیا۔ وہ کس کا تھا۔ اور اسے دیکھ کر کیوں نہ ہیرودیاس جوان کی دشمن تھی۔ اس نے نہ پہچانا کہ یہ تو یحییٰ نہیں ہیں۔ غرض ان کے قتل کے واقعات کی تشریح کرنی اور قتل سے بچ جانے کے بعد کے واقعات کا معلوم کرنا ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کی حیثیت ایک مزدور کی سی نہ تھی۔ کہ جو مر جائے۔ اور کانوں کان کسی کو خبر بھی نہ ہو۔ وہ ایک قوم کے نبی تھے۔ لاکھوں ان کے اتباع تھے۔ بلکہ اس زمانہ میں ان کے مرید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مریدوں سے بہت زیادہ تھے۔ سارے یہودی ان کا ادب کرتے تھے۔ اور بادشاہ ہیرڈ بھی اس قدر ڈرتا تھا۔ کہ وہ سمجھتا تھا۔ اگر میں نے انہیں قتل کر دیا۔ تو تمام ملک میں بغاوت ہو جائیگی۔ ایسا عظیم الشان شخص اگر اس وقت دشمن کے حملہ سے بچ گیا تھا۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ پھر گیا کہاں۔ آخر کوئی پتہ نشان تو ملنا چاہیئے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جب صلیب سے زندہ اترے۔ تو ان کے متعلق تو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ وہ وہاں سے ہجرت کر گئے۔ اور آخر کشمیر میں آ کر ایک لمبا عرصہ زندہ رہنے کے بعد فوت ہوئے۔ مگر حضرت یوحنا کچھ ایسے بچے۔ کہ غائب ہی ہو گئے۔ اور پتہ ہی نہیں لگتا۔ کہ بچ کر وہ کہاں گئے۔ تمام تاریخیں خاموش ہیں۔ تمام لوگ ساکت ہیں۔ نہ دشمن کہتا ہے۔ کہ جس کو ہم نے قتل کرنا چاہا تھا۔ وہ تو فلاں ملک میں بیٹھا ہے۔ نہ کوئی مرید ان کے پیچھے جاتا ہے۔ اور ان کا پتہ لگاتا ہے۔ گویا نہ دشمن کہتا ہے۔ کہ وہ زندہ ہیں۔ نہ دوست۔ اور مرید کہتے ہیں۔ کہ زندہ ہیں۔ تاریخیں خاموش ہیں۔ اس کے بعد ان کی زندگی کا کوئی کام بھی نظر نہیں آتا۔ ایسی صورت میں اگر یہ کہا جائے۔ کہ وہ قتل نہیں ہوئے تھے۔ تو یقیناً ایک ایسی بات ہو گی۔ جس کی تائید کسی ایک تاریخی ثبوت سے بھی نہیں ہو گی۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جب ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ صلیب سے زندہ اترے تو تاریخ ہمارا ساتھ دیتی ہے۔ اور وہ ہمارے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ یہاں تک کہ ہمیں آپ کی قبر تک پہنچا دیتی ہے۔ پس چونکہ اس قسم کے تاریخی شواہد حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ نہیں۔ اسلئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ قتل نہیں ہوئے تھے۔ میں نے بتایا ہے۔ کہ

انجیل بھی یہی شہادت دیتی ہے

کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ چنانچہ متی باب ۱۴ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت مسیح کی فلسطینی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ ان کے قتل کا واقعہ متی میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ ہیرودیس نے اپنے بھائی فیلبوس کی بیوی کو گھر میں ڈالنا چاہا۔ یوحنا نے روکا۔ ہیرودیس نے آپ کو مارنا چاہا۔ مگر لوگ نبی مانتے تھے۔ اس لئے رک گیا۔ ایک دن سالگرہ میں ہیرودیاس کی بیٹی (فیلبوس سے) ناچی۔ اور ہیرودیس نے کہا۔ جو مانگے دوں گا۔ اس پر اس نے اپنی ماں کے سکھانے کے مطابق یوحنا کا سر مانگا۔ بادشاہ خائف تو ہوا۔ مگر وعدہ پورا کیا۔ اور قید خانہ میں قتل کرا دیا۔ شاگردوں نے لاش دفن کی۔ اور یسوع کو آ کر اطلاع دی۔

یہ انجیل کی روایت ہے۔ ادھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مرید کہتے ہیں۔ کہ وہ شہید ہوئے۔ تاریخ بتاتی ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی جماعت دیر تک قائم رہی ہے۔ حتیٰ کہ ان کے بعض مرید رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ تک بھی رہے ہیں۔ وہ صابی کہلاتے تھے۔ اور توحید کے قائل تھے۔ بعد میں آہستہ آہستہ عیسائیوں میں شامل ہو گئے۔ قرآن مجید میں بھی ان کا ذکر آتا ہے۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام کی جماعت سینکڑوں سال تک قائم رہی ہے۔ اور یہ سب اسی بات کے دعویدار تھے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں۔ ان کو بھلا یہ کہنے میں کہ ان کا پیر شہید ہوا ہے کیا فائدہ تھا۔ وہ کفارہ کے قائل نہیں تھے۔ کہ عیسائیوں کی طرح یہ کہتے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے گناہوں کے بدلہ میں مارے گئے ہیں۔ وہ موحد تھے۔ اور اسلامی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ تک موحد رہے ہیں۔ اب ایک موحد قوم کا بھلا اس میں کیا فائدہ تھا۔ کہ وہ اپنے پیر کے متعلق یہ کہے۔ کہ وہ قتل ہوئے تھے۔ وہ تو اسی لئے انہیں شہید کہے گی جبکہ واقعات یہی کہتے ہوں گے۔ کہ وہ شہید ہوئے تھے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں۔ علاوہ تینوں قوموں یعنی رومیوں یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخ کے

احادیث بھی اسی بات کی تائید کرتی ہیں

کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ کہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم خرج علیٰ اصحابہ یوماً وھم یتذاکرون فضل الانبیاء۔ کہ ایک دن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے دیکھا۔ کہ صحابہ مسجد میں بیٹھے آپس میں انبیاء کی فضیلتوں کے بارہ میں گفتگو کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا مجھے فلاں نبی کی فلاں بات پسند ہے۔ کوئی کہتا فلاں نبی کی یہ بات بڑی اچھی تھی۔ غرض اسی طرح آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ فقال قائل موسیٰ کلمہ اللہ تکلیماً۔ کسی کہنے والے نے کہا۔ موسےٰ بڑا نبی تھا۔ کیونکہ خدا نے اس سے بالمشافہ گفتگو کی۔ قال قائل عیسےٰ روح اللہ وکلمتہ کسی نے کہا۔ عیسےٰ بڑا نبی تھا۔ وہ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ تھا۔ وقال قائل ابراھیم خلیل اللہ۔ کسی نے کہا۔ ابراہیم بڑا نبی تھا۔ وہ خدا کا خلیل اور دوست تھا۔ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم این الشھید بن الشھید یلتبس الوبر و یاکل الشجر مخافۃ الذنب یحییٰ بن ذکریا۔ یعنی یہ ذکر سنکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی صحابہ میں بیٹھ گئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ تم ان انبیاء کی فضیلتوں کا تو ذکر کرتے ہو۔ مگر تم اس شہید کے شہید بیٹے کا کیوں ذکر نہیں کرتے۔ جو ساری عمر گناہ کے خوف سے صوف کے کپڑے پہنتا رہا۔ اور جنگلوں میں رہتا اور پتے کھا کھا کر گزارہ کرتا۔ جس کا نام یحییٰ تھا۔ اور جو ذکریا کا بیٹا تھا۔ اب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ بات صحابہ میں بیٹھ کر فرماتے ہیں۔ اسے کون خطابیات میں سے قرار دے سکتا ہے۔ یہاں تو نبیوں کی خوبیوں کا بیان ہو رہا تھا۔ کوئی حضرت موسیٰؑ کی خوبیاں بیان کر رہا تھا۔ کوئی حضرت عیسےٰؑ کی۔ اور کوئی حضرت ابراہیمؑ کی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ تم یحییٰ ابن ذکریاؑ کا کیوں ذکر نہیں کرتے۔ جو شہید ابن شہید تھا۔ آپ نے اس طرح فرما کر یہ مسئلہ بالکل صاف کر دیا ہے۔ کہ حضرت یحییٰؑ واقعہ میں شہید ہوئے تھے۔ پھر

بیہقی اور ابن عساکر

میں حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان من ھوان الدنیا علی اللہ ان یحییٰ بن ذکریاؑ قتلہ امراۃ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ کہ دنیا حقیر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس وجہ سے کہ یحییٰ ذکریا کے بیٹے کو ایک فاحشہ اور بدکار عورت نے قتل کرایا۔ یہاں قتل کا لفظ آتا ہے۔ مگر مطلب خود قتل کرنا نہیں۔ بلکہ قتل کرانا ہے۔ اسی طرح

حاکم میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے

ایک اسی قسم کی روایت آتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اپنے وقت کے بعض ظالم بادشاہوں کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔ اور وہ اسلام میں پہلے مجدد مانے جاتے ہیں۔ انہوں نے یزید کا بھی مقابلہ کیا۔ اور اسی طرح بعض اور مظالم کے خلاف بھی آواز بلند کی۔ اس مقابلہ میں انہیں بڑے بڑے مصائب پہنچے۔ یہاں تک کہ ان کے اپنے ساتھی انہیں چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ اور آخر میں تو یہ صرف اکیلے رہ گئے تھے۔ اور دشمن نے انہیں مار کر پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔ جب لوگوں نے انہیں کہا۔ کہ اب تو آپ کے ساتھی بھی آپ کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ بہتر یہی ہے۔ کہ آپ بھی مقابلہ چھوڑ دیں۔ تو انہوں نے کہا۔ من انکر البلاء فانی لا انکرہ لقد ذکر منی انما قتل یحییٰ بن ذکریا فی زانیۃ۔ جو شخص مصیبتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ بے شک کرے۔ میں تو انہیں ناپسند نہیں کرتا۔ اور مجھے تو یہی بتایا گیا ہے کہ یحییٰ بن ذکریا کو ایک زانیہ عورت کی وجہ سے مارا گیا تھا۔ اگر میں بھی مارا جاؤں۔ تو میرے لئے یہ کونسی بڑی بات ہے۔ پھر

ابن عساکر اور حاکم میں

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وحی کی۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے وقت ستر ہزار آدمی مارا گیا تھا۔ اور تیرا ایک بیٹا مارا جائیگا۔ جس کے بدلہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار آدمی مرے گا۔ تاریخ سے بھی ثابت ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل پر ہیرڈ کے خلاف خطرناک بغاوت ہو گئی تھی۔ اور فلسطین کی رومی فوج کا ایک بہت بڑا حصہ تباہ ہو گیا تھا۔ اور یہودیوں کا یہ عام عقیدہ تھا۔ کہ یہ ہیرڈ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کی سزا ملی ہے۔ اب اس حدیث میں محض خبر نہیں۔ بلکہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ وحی کی۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے وقت ستر ہزار آدمی مارا گیا تھا۔ پھر

ابن عساکر کی روایت

ہے۔ کہ صخرہ بیت المقدس پر ستر نبی مارا گیا ہے۔ جن میں سے ایک حضرت یحییٰ بن ذکریا بھی ہیں۔ میرے نزدیک صخرہ پر مارے جانے کے معنے یہ ہیں۔ کہ بیت المقدس کی تطہیر کی کوشش میں وہ انبیاء مارے گئے تھے۔ یہ احادیث صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا ثبوت نہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلکہ ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت ذکریا علیہ السلام بھی شہید ہوئے تھے۔ گویا تاریخ جو اسی وقت لکھی گئی۔ حضرت یحییٰؑ کی قوم کا اپنا بیان۔ یہود کا بیان۔ عیسائیوں کا بیان اور احادیث سب ایک طرف ہیں۔ اتنے بڑے مجموعہ کو کس طرح رد کیا جا سکتا ہے۔ جب تک کل ان دلائل کو رد نہ کیا جائے۔ جن سے دنیا صحیح نتیجہ پر پہنچتی ہے۔ اور اگر ہم انہیں رد کر دیں تو پھر دنیا میں نقلی طور پر کسی ایک بات کا ثابت کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہماری مثال ویسی ہی ہو جائیگی۔ جیسے کہتے ہیں۔ کہ کوئی بزدل شخص تھا۔ وہ ایک دفعہ کسی لڑائی میں شامل ہوا اور اتفاقاً ایک تیر اسے آلگا۔ تیر کی وجہ سے خون بہنے لگ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ میدان جنگ سے بھاگ پڑا۔ مگر ادھر بھاگتا جائے۔ اور ادھر ساتھ ساتھ کہتا جائے۔ یا اللہ یہ خواب ہی ہو۔ یا اللہ یہ خواب ہی ہو۔ تو دنیا میں

کسی امر کو ثابت کرنے والی

یہی چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک تاریخ ہوتی ہے۔ جو کسی امر کو ثابت کرتی ہے۔ پھر کسی قوم کا اپنا بیان ہوتا ہے۔ پھر ارد گرد کی قوموں کا بیان ہوتا ہے۔ پھر بعد میں آنے والے بزرگ جو خدا تعالیٰ سے خبریں پاتے ہیں۔ ان کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہاں یہ سب باتیں جمع ہیں۔ تاریخ بھی کہتی ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ یہودی جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ وہ شہید ہوئے۔ اور جو آپ کو نبی نہیں مانتے مگر آپ کو بزرگ تسلیم کرتے اور آپ کے حالات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ آپ مارے گئے۔ عیسائی جن کے لئے یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں۔ یقیناً نقصان رساں ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰؑ شہید ہوئے۔ ان تمام کے بعد جب رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم آئے۔ تو صحابہؓ کہتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی بتایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ اور پھر بغیر وحی کی خبر بھی احادیث میں موجود ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ اگر اتنی بڑی شہادتوں کے باوجود اسمیں شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ تو پھر ہمیں اپنے وجود کے بارے میں بھی شبہ کرنا چاہیئے۔

قرآن کریم میں بھی یقتلون الانبیاء بغیر حق کے الفاظ آتے ہیں۔ تم اسکی کوئی تشریح کرو۔ لفظی طور پر تمہیں ماننا پڑیگا۔ کہ اس میں قتل کے معنے بھی شامل ہیں۔ اور اگر ہم ان تمام دلائل کو رد کر دیں۔ تو پھر کوئی ایک سچائی بھی ایسی نہیں رہتی۔ جس کو ہم ثابت کر سکیں۔ یا جس کو اطمینان کے ساتھ اپنے عقائد میں شامل کر سکیں۔ سچائی اسی طرح ثابت ہوتی ہے۔ کہ یا تاریخ سے کوئی بات ثابت ہوتی ہے۔ یا کوئی قوم دعوےٰ کرتی ہے۔ کہ فلاں واقعہ اس طرح ہوا۔ یا بعد کے نبیوں اور خدا رسیدہ لوگوں کی گواہی ہوتی ہے کہ ایسا ہوا۔ اور اگر ہم ان تمام شواہد کو دیکھیں۔ اور رد کر دیں۔ تو دنیا میں کوئی ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں رہ سکتا۔ جو ثابت شدہ ہو۔ پھر دیکھو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

کیسا مشتبہ تھا۔ مگر اس میں سے بھی ثبوت نکل آئے۔ کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ اور وہاں تو ان کے صلیب پر مرنے کا فائدہ تینوں جماعتوں کو تھا۔ رومیوں کو۔ کیونکہ گورنر بچانے میں شامل تھا۔ اگر ان کا بچ جانا ثابت ہوتا۔ تو اسکی بدنامی ہوتی تھی۔ یہود کو۔ کیونکہ وہ اس طرح مسیحیت کا خاتمہ کرتے تھے۔ مسیحیوں کو۔ کیونکہ پہلے زمانہ میں وہ مسیحؑ کی دوسری زندگی پر پردہ ڈالنا چاہتے تھے۔ اور بعد میں اپنے گناہ ان کے ذمہ ڈالنے کے لئے۔ لیکن باوجود اس کے حق پھوٹ پڑا ہے۔ اور حضرت مسیح دوبارہ زندہ ہو گئے کا شور پڑ گیا ہے۔ مگر اس کے خلاف حضرت یحییٰؑ کی نسبت کسی کا بھی کوئی فائدہ نہ تھا۔ نہ رومیوں کو چھپانے کی کوئی ضرورت تھی۔ نہ مریدوں کو۔ نہ عام یہود کو۔ نہ مسیحیوں کو۔ بلکہ مسیحیوں کے لئے تو مضر تھا۔ کیونکہ اس طرح یوحنا بھی کفارہ قرار پا سکتے تھے۔ مگر انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ ان چار زبردست تاریخی شاہدوں اور حدیث اور اقوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسے مذہبی شاہدوں کے بعد کسی تاویل کی گنجائش باقی ہی نہیں رہتی۔ رہا یہ سوال کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ کہا

وہ خطابیات کی قسم سے تھا۔ سو اس کا مجمل جواب میں پہلے دے آیا ہوں۔ اب میں بتاتا ہوں۔ کہ ان کا خطابیات میں سے ہونا بالکل ناممکن ہے۔ مثلاً ایک حوالہ جو حمامۃ البشریٰ سے پیش کیا گیا ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

والعجب منھم انھم یؤمنون بان اللّٰہ انزل فی القراٰن اٰیات فیھا ذکر وفات المسیح ثم یظنون انہ حیّ جالس فی السماء الثانیۃ مع ابن خالتہ یحیی النبی الشھید علی نبینا وعلیھم السلام ولا یتفکرون ولا ینظرون الیٰ ان یحییٰ قد قتل ولحق بالموتیٰ فکیف جمع اللّٰہ الحی بالمیت وما للموتیٰ والاحیاء فالعجب کل العجب انھم یجمعون فی عقائدھم اختلافات کثیرۃ ولا یتنبھون علٰی ذٰلک (ص ۴۶)

یعنی غیر احمدیوں پر تعجب ہے۔ کہ ایک طرف تو وہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ایسی آیات نازل کی ہیں۔ جن میں وفات مسیح کا ذکر ہے۔ دوسری طرف وہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح زندہ ہی دوسرے آسمان میں حضرت یحییٰ شہید کے پاس بیٹھے ہیں۔ وہ اس بات پر غور و تدبر نہیں کرتے۔ کہ جب حضرت یحییٰ قتل ہو کر مردوں سے جا ملے۔ تو اب خدا تعالےٰ نے زندہ کو فوت شدہ کے ساتھ کیونکر جمع کر دیا۔ مردوں اور زندوں میں کیا تعلق۔ پس تعجب پر تعجب یہ ہے۔ کہ غیر احمدی لوگ اپنے عقائد میں بہت سے تناقضات جمع کر رہے ہیں۔ اور اس پر آگاہ نہیں ہوتے

اس حوالہ سے یہ خیال کیا گیا ہے۔ کہ یہاں خطابیات کے طور پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اور غیر احمدیوں کا عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نقل کر دیا ہے۔ کہ چونکہ غیر احمدی یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ اس لئے ان پر حجت تمام کرنے اور انہیں ملزم کرنے کے لئے اس عقیدہ کا ذکر کر دیا گیا۔ حالانکہ اس میں غیر احمدیوں کا کیا قصور ہے یہ امر تو احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔ اور چار پانچ حدیثیں میں ایسی بیان کر چکا ہوں۔ جن میں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خود یہ فرمایا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ چار پانچ ابھی اور بھی ایسی حدیثیں ہوں گی۔ جن میں قتل یحییٰؑ کا ذکر ہے۔

پس جب ہر جگہ حدیثوں میں بلا استثناء حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کا ذکر آتا ہے۔ تو اس عقیدہ کے رکھنے میں غیر احمدیوں کا کیا قصور ہو گیا۔ کہ ان پر حجت تمام کرنے اور انہیں ملزم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ذکر کر دیا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کا جب ذکر آتا ہے۔ تو غیر احمدی بعض ایسی حدیثیں بھی پیش کر دیتے ہیں۔ جن سے وہ سمجھتے ہیں۔ ان کے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔ مگر ہم ایسی حدیثیں پیش کرتے ہیں جن میں آپ کی وفات کا ذکر ہے۔ مثلاً یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ یا یہ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا۔ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ کہ اگر موسےٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے۔ تو انہیں میری اطاعت کے بغیر اور کوئی چارہ نہ ہوتا پس وہاں چونکہ دونوں قسم کے اقوال موجود ہوتے ہیں اس لئے ہم غیر احمدیوں سے کہتے ہیں۔ تم ان احادیث کو دیکھو۔ جو قرآن کے مطابق ہیں۔ اور ان کو ترک کر دو۔ جو اس کے مطابق نہیں۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق تو جو حدیث نکلتی ہے۔ اس میں یہی بیان ہوتا ہے۔ کہ وہ شہید ہوئے۔

پس اس عقیدہ کا الزام غیر احمدیوں پر کس طرح دیا جا سکتا ہے۔ یہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر اعتراض ہوگا۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ آپ نے بار بار فرمایا کہ وہ شہید ہوئے ہیں۔ اور کسی ایک حدیث میں بھی یہ نہیں فرمایا۔ کہ انہوں نے اپنی طبعی موت سے وفات پائی ہے۔ پس اول تو یہ حوالہ

خطابیات میں

اس لئے شمار نہیں ہو سکتا۔ کہ جو عقیدہ غیر احمدی رکھتے ہیں۔ وہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اسکی تصدیق فرما چکے ہیں۔ پس جب رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسکی تصدیق کر دی۔ تو لازماً یہ ہمارا عقیدہ بھی بن گیا۔ اور جو ہمارا اپنا عقیدہ ہو۔ وہ خطابیات میں شمار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خطابیات انہی دلائل کو کہتے ہیں۔ جو صرف مخالف کے مسلمہ ہوں۔ اور اس پر اتمام حجت کرنے کے لئے اس کے سامنے پیش کئے جا رہے ہوں۔

پھر سوال یہ ہے۔ کہ اگر یہاں قد قتل کے الفاظ نہ ہوتے۔ تو کیا جو دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیش فرما رہے ہیں۔ وہ کمزور ہو جاتی۔ اگر تو قتل کے لفظ سے ہی دلیل بنتی۔ تب تو ہم کہہ سکتے تھے کہ یہ خطابیات میں سے ہے۔ مگر ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ بغیر قتل ماننے کے بھی یہ دلیل پوری طرح قائم رہتی ہے۔ درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جگہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے معراج کی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس دیکھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی فوت ہو چکے ہیں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا یحییٰ مردہ کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیکھے جانے سے تو زندہ ثابت ہو سکتے تھے۔ لیکن یحییٰ مقتول کے پاس دیکھے جانے سے وفات ثابت ہوتی تھی؟ اگر تو دلیل یہ ہوتی۔ کہ کسی مقتول کے پاس جب عالم مکاشفات میں کسی شخص کو دیکھا جائے۔ تو یہ اسکی وفات کی دلیل ہوتی ہے۔ تب تو ہم کہہ سکتے تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات مسیح ثابت کرنے کے لئے حضرت یحییٰ کے متعلق قد قتل کے الفاظ غیر احمدیوں کے عقیدہ کے مطابق اور ان پر حجت پوری کرنے کے لئے بڑھا دیئے۔ لیکن اگر کسی مردہ کی روح کے پاس کسی دوسرے کی روح دیکھے جانے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ دونوں فوت شدہ ہیں۔ تو صاف معلوم ہو گیا۔ کہ یہاں

قد قتل کے الفاظ خطابیات کے طور پر استعمال نہیں کئے گئے

بلکہ امر واقعہ کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں۔

پس قد قتل میں جو دلیل پیش کی گئی ہے۔ یہ خطابیات میں سے ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ بغیر قتل کہنے کے بھی اصل دلیل ثابت ہو سکتی تھی۔ دوسرے مخاطب مسلمان ہیں۔ ان پر بائیبل کے حوالوں کا کیا الزام تھا۔ کہ ان کے سامنے یہ بات خطابی طور پر پیش کی جاتی۔ پس یہ حوالہ ہرگز ایسا نہیں۔ جس سے یہ استدلال کیا جا سکے۔ کہ اس میں خطابیات کے طور پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا واقعۂ قتل بیان کیا گیا ہے۔ اسکی تائید میں ایک اور حوالہ تحفہ گولڑویہ سے بھی پیش کیا گیا ہے۔ جو یہ ہے کہ:۔

"اللہ تعالےٰ کی قدیم سنتوں اور عادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ جب مخالف اس کے نبیوں اور ماموروں کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کو ان کے ہاتھ سے اس طرح بھی بچا لیتا ہے۔ کہ وہ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ہم نے اس شخص کو ہلاک کر دیا۔ حالانکہ موت تک اسکی نوبت نہیں پہنچتی۔ اور یا وہ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ اب وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ حالانکہ وہیں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اور ان کے شر سے بچ جاتا ہے۔"

(ص ۲۳۶، ۲۳۷)

کہتے ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے انبیاء کو قتل سے محفوظ رکھتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دشمن کے ہاتھ سے انہیں اس طرح بھی بچا لیتا ہے۔ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ ہم نے اسے ہلاک کر دیا۔ حالانکہ موت تک اسکی نوبت نہیں پہنچتی۔ یا سمجھتے ہیں۔ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ حالانکہ وہ وہیں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام انہی انبیاء میں سے ہیں۔ جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ جب کسی کو دشمن کے ہاتھ سے بچاتا ہے۔ تو لوگوں کو بتاتا بھی ہے۔ کہ دیکھو میں نے اسے دشمن کے ہاتھ سے بچا لیا۔ مثلاً ہم کہتے ہیں۔ دشمن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعاقب میں غار ثور تک پہنچے۔ مگر خدا تعالےٰ نے ان پر ایسا تصرف کر دیا۔ کہ وہ آگے جھک کر نہ دیکھ سکے۔ اور خائب و خاسر واپس لوٹ آئے۔ اب جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ غار ثور میں اللہ تعالےٰ نے دشمنوں کے حملہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بچایا۔ تو اس بچانے کی دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ پھر کہتے ہیں۔ وہ وہاں سے نکلے۔ اور سلامتی کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صلیبی موت سے بچایا۔ تو دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ پھر وہاں سے بچ کر وہ تبلیغ کرتے کرتے کشمیر آ گئے۔ اور یہیں ایک لمبا عرصہ رہ کر انہوں نے وفات پائی۔ لیکن اگر ہم یہ ثبوت تو پیش نہ کریں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غار ثور سے نکل کر مدینہ پہنچے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ اتر کر کشمیر چلے گئے۔ اور یونہی کہنا شروع کر دیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں بچا لیا۔ تو کیا دنیا کا کوئی بھی شخص ہماری اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہو گا۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ اپنے بعض انبیاء کو اسی طرح بچاتا ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر کیا۔ اور یہ بالکل درست ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ کے رو سے حضرت یحییٰ انہی میں سے ہیں۔ اگر نہیں۔ تو پھر آپ کا صریح فیصلہ موجود ہوتے ہوئے ہم حضرت یحییٰؑ کو اس قانون کے نیچے کس طرح لا سکتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ سے صاف عیاں ہے۔ کہ یہاں آپ تمام انبیاء کا ذکر نہیں کر رہے۔ بلکہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی وہ تھے۔ جن کے متعلق دشمنوں نے سمجھا۔ کہ انہوں نے آپ کو ہلاک کر دیا ہے۔ حالانکہ موت تک ان کی نوبت نہیں پہنچی تھی۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی وہ نبی ہوئے ہیں۔ جن کے متعلق دشمنوں نے یہ خیال کیا۔ کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ حالانکہ آپ وہیں غار ثور میں چھپے بیٹھے تھے۔ تو یہ دونوں مثالیں صرف دو نبیوں کے متعلق ہیں۔ جن میں سے ایک اپنے سلسلہ کا آخری نبی تھا۔ اور دوسرا اپنے سلسلہ کا پہلا نبی۔ اور یہ دونوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فتویٰ کے مطابق قتل نہیں ہو سکتے تھے۔ پس یہ دونوں مثالیں بتاتی ہیں۔ کہ ان میں محض دونوں نبیوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر درمیانی انبیاء کے متعلق بھی یہی اصول ہوتا۔ تو ان کی بھی کوئی مثال آپ کیوں پیش نہ فرماتے

دوسرا حوالہ اعجاز المسیح سے

یہ پیش کیا گیا ہے۔ کہ ولما جاءھم امام بما لا تھوی انفسھم ارادوا ان یقتلوہ وھم یعلمون وما کان لبشر ان یموت الا باذن اللہ فکیف المرسلون انہ یعصم عبادہٗ من عندہٖ ولو مکر الماکرون۔ کہ جب ان لوگوں کے پاس امام وہ تعلیم لایا جسے ان کے نفس پسند نہ کرتے تھے۔ تو انہوں نے دیدہ دانستہ اس کے قتل کا ارادہ کیا حالانکہ کوئی انسان بھی بجز اذن الٰہی فوت نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ اس کے مرسلوں کو قتل کیا جا سکے۔ یقیناً اللہ تعالےٰ اپنی طرف سے خاص سامانوں کے ذریعہ اپنے رسولوں کو قتل سے محفوظ رکھتا ہے۔ خواہ مکر کرنے والے ہزار مکر کریں۔ یہ حوالہ بتاتا ہے۔ کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف یہ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے اذن کے بغیر کوئی شخص فوت نہیں ہو سکتا۔ کجا یہ کہ اس کے رسول اور نبی بغیر اذن کے فوت ہو سکیں۔ سو یہ بالکل درست ہے۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالےٰ کا یہ فیصلہ ہوتا۔ کہ وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں ہلاک نہ کر سکتی۔ جیسے سلسلہ کے اول اور آخر نبی کے متعلق اللہ تعالےٰ کا یہ فیصلہ ہے۔ اور بڑے سے بڑا دشمن بھی کسی سلسلہ کے پہلے اور پچھلے نبی کو نہیں مار سکتا۔ چنانچہ دیکھو لو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق دشمنوں نے بڑا زور لگایا کہ آپؐ کو قتل کریں۔ مگر وہ آپ کو قتل نہ کر سکے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق بڑا زور لگایا۔ کہ وہ آپ کو قتل کریں۔ مگر قتل نہ کر سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بڑا زور لگایا۔ کہ وہ آپ کو قتل کریں۔ مگر قتل نہ کر سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بڑا زور لگایا۔ کہ وہ آپ کو قتل کریں۔ مگر قتل نہ کر سکے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق بڑا زور لگایا۔ کہ وہ آپ کو قتل کریں۔ مگر قتل نہ کر سکے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دشمنوں نے بڑا زور لگایا۔ کہ وہ آپ کو قتل کریں۔ مگر قتل نہ کر سکے۔ کیونکہ سلسلہ کا پہلا اور پچھلا نبی قتل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا

صریح فیصلہ

موجود ہے۔ یہی امر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسجگہ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ جب عام انسان بھی بغیر اذن الٰہی کے نہیں مر سکتے۔ تو رسول اور نبی کس طرح مر سکتے ہیں۔ گویا یہ دلیل بالاولیٰ ہے۔ جو پیش کی گئی ہے۔ ورنہ بغیر اذن کے نہ مرنے میں تو نبی اور غیر نبی سب شامل ہیں۔ حتےٰ کہ ابو جہل بھی بغیر اذن الٰہی کے نہیں مر سکتا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی بغیر اذن الٰہی کے نہیں مر سکتا تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی بغیر اذن الٰہی کے نہیں مر سکتے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دلیل صرف یہ دی ہے۔ کہ جب بغیر اذن الٰہی کے کافر بھی نہیں مر سکتے۔ تو خدا تعالیٰ کے نبی کس طرح مر سکتے ہیں۔ گویا اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہر انسان کی موت اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہے اگر وہ بچانا چاہے۔ تو کون مار سکتا ہے۔ اور نبیوں کا حال تو بالکل بالا ہے۔ جب عام مومن حتےٰ کہ ایک کافر بھی بغیر اذن الٰہی کے نہیں مر سکتا۔ تو نبی کسی طرح بغیر اذن کے مر سکتے ہیں۔ پس اس حوالہ سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی یا غیر نبی بغیر اذن کے نہیں مر سکتے۔ "اسیئے تم لوگ مجھے نہیں مار سکتے۔ کیونکہ میرے متعلق اللہ تعالےٰ کا اذن نہیں ہے۔ کہ مجھے کوئی مار سکے۔ اور اس حوالہ کا مضمون زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ تذکرۃ الشہادتین سے

یہ پیش کیا گیا ہے۔ کہ ان الذین یفترون علی اللہ لا یکون لھم خیر العاقبۃ و یعادیھم اللہ فیقتلون تقتیلا۔ و یطوی امرھم باسرع حین فلا تسمع ذکرھم الا قلیلا۔ و اما الذین صدقوا و جاؤا من ربھم فمن ذالذی یقتلھم او یجعلھم ذلیلا۔ ان ربھم معھم فی صباحھم وضحاھم وھجیرھم و اذا دخلوا اصیلا۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۹۲) کہ جو لوگ افتراء علی اللہ کرتے ہوئے مدعی نبوت بنتے ہیں۔ ان کا انجام ہرگز اچھا نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا ان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اور وہ بُری طرح قتل کئے جاتے ہیں۔ ان کی صف جلد لپیٹ دی جاتی ہے۔ تجھے تھوڑے دنوں تک ہی ان کا نام سنائی دیگا۔ ہاں جو لوگ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہوتے ہیں۔ اور اپنے رب کی طرف سے ہوتے ہیں کون ہے۔ جو ان کو قتل کر سکے۔ یا ان کو ذلیل و رسوا کر سکے۔ ان کا خدا ہر وقت اور ہر گھڑی ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس سے بھی یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ جو شخص سچا نبی ہو۔ اسے کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب صریح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور مقامات پر یہ فرما دیا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی الہامی طور پر اسی بات کی تصدیق کی ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ پھر تاریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خود اپنی قوم اور دوسری اقوام یعنی رومیوں۔ عیسائیوں اور ان یہودیوں کا جو آپ کو نبی نہیں مانتے۔ صرف بزرگ مانتے ہیں۔ یہی عقیدہ ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ تو بہر حال صریح حوالجات کی موجودگی میں اور حدیث اور تاریخ اور اقوام عالم کی گواہی کی موجودگی میں ہمیں اسکی کوئی تاویل کرنی پڑے گی۔ اور اس حوالہ کے کوئی ایسے معنے کرنے پڑیں گے۔ جو خلاف عقل نہ ہوں۔ اور وہ معنے یہی ہیں۔ کہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انہی نبیوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ جن کے متعلق یہ الٰہی فیصلہ ہو۔ کہ وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ سلسلہ کا پہلا اور پچھلا نبی تو بہر حال قتل نہیں ہو سکتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

درمیانی انبیاء میں سے بھی ضروری نہیں۔ کہ سب قتل ہوں۔ بلکہ یہ ممکن ہے۔ کہ درمیانی انبیاء میں سے بھی کوئی ایسا نبی ہو۔ جسے اللہ تعالےٰ یہ الہام کردے۔ کہ تجھے دشمن قتل نہیں کرسکتا۔

پس اگر درمیانی انبیاء میں سے بھی کوئی ایسا نبی ہو۔ جسے الہاماً اللہ تعالےٰ عصمت کا وعدہ دیدے اور کہہ دے۔ کہ دشمن تجھے قتل کرنے پر قادر نہیں ہوسکتے۔ تو پھر وہ بھی ان انبیاء میں شامل ہو جائیگا۔ اس کے علاوہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام صرف اپنا ذکر کررہے ہیں۔ عام قاعدہ بیان نہیں فرمارہے۔ اور اپنے متعلق یہ فرمارہے ہیں۔ کہ مجھے دشمن کبھی قتل نہیں کرسکتا۔ خواہ کس قدر کوشش کرے۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فارسی قصیدہ میں جو علامات مقربین کے بارہ میں ہیں۔ اور جس کا ایک مصرعہ علی الخصوص

"اگر آہ میرزا باشد"

ہے۔ گو بظاہر سب مقربین کی علامات بیان کی ہیں۔ مگر بعض اشعار سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ صرف اپنے مقام کے متعلق ہیں۔ اور دوسروں پر اسکی بعض علامات چسپاں نہیں ہوسکتیں۔

اسی طرح "حقیقۃ الوحی" میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ:۔ "اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے۔ کہ وہ مریم عیسےٰ سے حاملہ ہوگئی۔" حالانکہ آپ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے۔ کہ:۔

"اس امت میں بجز میرے کسی نے اس بات کا دعوےٰ نہیں کیا۔ کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا۔ اور پھر اس مریم میں عیسےٰ کی روح پھونک دی ہے"۔ (تتمہ حاشیہ صـ۳۳۷)

اور پھر فرماتے ہیں۔ کہ "میرے سوا تیرہ سو برس میں کسی نے یہ دعوےٰ نہیں کیا"۔ حالانکہ پہلے آپ نے "بعض افراد" کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ پس جس طرح آپ نے وہاں گو "بعض افراد" کے الفاظ استعمال کئے۔ مگر مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو لیا۔ اسی طرح اس جگہ بھی صرف اپنا وجود مراد ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ دشمن کہتا ہے۔ کہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ حالانکہ خدا نے مجھے مارنے کے لئے نہیں۔ بلکہ زندہ رکھنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور کوئی نہیں۔ جو میرے قتل پر قادر ہوسکے۔ اسی طرح کہا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا ہے کہ کسی نبی کا قتل ہونا اس کے جھوٹے ہونے کی علامت ہے۔ اور اس کے ثبوت میں

براہین احمدیہ حصہ پنجم کا حوالہ

پیش کیا گیا ہے۔ کہ "یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسےٰ کو قتل کردیا۔ اس قول سے یہودیوں کا مطلب یہ تھا۔ کہ عیسےٰ کا مومنوں کی طرح خدا تعالےٰ کی طرف رفع نہیں ہوا۔ کیونکہ توریت میں لکھا ہے۔ کہ جھوٹا پیغمبر قتل کیا جاتا ہے۔ پس خدا نے اس کا جواب دیا۔ کہ عیسےٰ قتل نہیں ہوا۔ بلکہ ایمانداروں کی طرح خدا تعالےٰ کی طرف اس کا رفع ہوا"۔ (ضمیمہ حاشیہ صـ۱۶۵) اسی طرح یہ حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ کہ "اصل بات تو یہ تھی۔ کہ توریت کی رُو سے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا مقتول ہو جائے۔ تو وہ مفتری ہوتا ہے۔ سچا نبی نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی صلیب دیا جائے۔ تو وہ لعنتی ہوتا ہے"۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۱۷۲) اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہاں قتل سے مراد درحقیقت صلیب ہی ہے۔ عام قتل نہیں ہے۔ چونکہ قتل عام لفظ ہے۔ اور صلیب خاص۔ اسلئے قتل کا لفظ جس طرح قتل پر بولا جاتا ہے۔ خواہ کوئی تلوار سے مارے یا گلا گھونٹ کر مارے۔ اسی طرح صلیب کے لئے بھی قتل کا لفظ ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جگہ قتل کا جو لفظ استعمال کیا ہے۔ اس سے مراد در اصل صلیب والا قتل ہی ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ لوگوں نے یہود کے اس طریق کو نہیں سمجھا۔ کہ وہ خالی صلیب نہیں دیا کرتے تھے بلکہ یا تو انسان کو قتل کرکے صلیب پر لٹکاتے تھے۔ یا صلیب پر لٹکانے کے بعد اسکی ہڈیاں توڑتے اور اسے مارتے تھے۔ اور ان دونوں باتوں کا ثبوت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے بھی ملتا ہے۔ اردو اناجیل میں گو عام طور پر اسی قسم کے الفاظ ہوتے ہیں کہ یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکا کر مار دیا۔ مگر انگریزی اناجیل میں اس مفہوم کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے:۔

"They killed him and hanged him on the tree."

کہ انہوں نے مسیح کو قتل کیا۔ اور پھر صلیب پر لٹکا دیا۔ کیونکہ یہودیوں میں طریق یہی تھا۔ کہ یا تو وہ پہلے مار کر صلیب پر لٹکاتے تھے۔ یا جسم کو صلیب پر سے اتار کر اسکی ہڈیاں توڑتے تھے۔ خالی صلیب پر لٹکا کر مارنا اصل طریق نہیں تھا۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں جب حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہود کے اس دعویٰ کی کہ انہوں نے آپ کو مصلوب کردیا ہے۔ تردید کی۔ تو فرمایا۔ ما قتلوہ وما صلبوہ کہ انہوں نے نہ آپ کو قتل کیا ہے۔ نہ صلیب دیا ہے۔ گویا قتل اور صلیب دونوں لفظ قرآن کریم نے اکٹھے استعمال کئے ہیں۔ کیونکہ ان میں خالی صلیب دینے کا دستور نہیں تھا۔ بلکہ وہ یا تو پہلے مارتے اور پھر صلیب دیتے۔ یا پہلے صلیب پر لٹکاتے اور بعد میں ہڈیاں توڑتے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ حوالہ میں بھی قتل سے مراد صلیب ہی ہے۔ کیونکہ یہود یا تو قتل کرکے صلیب پر لٹکاتے تھے۔ یا صلیب پر لٹکانے کے بعد ہڈیاں توڑ کر قتل کرتے تھے۔

ایک اور حوالہ

یہ پیش کیا گیا ہے۔ کہ

"توریت کی رو سے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا مقتول ہو جائے۔ تو وہ مفتری ہوتا ہے۔ سچا نبی نہیں ہوتا"۔

یہ حوالہ جیسا کہ ظاہر ہے۔ یہود کے متعلق ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا"۔ مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ یہ عقیدہ تمام یہود کا نہیں۔ بلکہ یہود میں سے اکثر کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ خالی مارے جانے سے کوئی نبی لعنتی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ لعنتی اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ صلیب پر لٹکایا جائے۔ بائیبل کا بھی صرف یہ منشاء ہے۔ کہ جھوٹا ضرور ہلاک ہوتا ہے۔ اس کے برعکس نہیں۔

پس بعض یہود کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حوالہ میں جو ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ

"اگر نبوت کا دعوےٰ کرنے والا مقتول ہو جائے۔ تو وہ مفتری ہوتا ہے۔ سچا نبی نہیں ہوتا"

اس کے متعلق ضرور ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بعض حوالے بتائے گئے ہوں گے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی بناء پر یہ بات لکھی۔ لیکن یہ یقینی بات ہے۔ کہ ساری قوم کا عقیدہ نہیں۔ ممکن ہے۔ کوئی کہے۔ کہ جب یہ ساری قوم کا عقیدہ نہیں۔ بلکہ بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ذکر کیوں کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس قسم کے ذکر کی قرآن کریم میں بھی مثال پائی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم صدیقہ کو خدا مانتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سورہ مائدہ میں یہ بیان فرماتا ہے۔ کہ قیامت کے دن میں حضرت مسیح سے یہ سوال کرونگا۔ کہ کیا تو نے یہ لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا سمجھو۔ اور ہماری پرستش کیا کرو۔ اب تم عیسائیوں سے پوچھ دیکھو۔ ان میں سے کتنے ہیں جو حضرت مریم صدیقہ کی خدائی کے قائل ہیں۔ یقیناً اگر تم تحقیق کروگے۔ تو تمہیں سو میں سے ایک نہیں۔ ہزار میں سے ایک نہیں لاکھ میں سے ایک نہیں۔ کروڑ میں سے بھی ایک عیسائی ایسا نہیں ملے گا۔ جو یہ کہتا ہو۔ کہ وہ حضرت مریم صدیقہ کو خدا سمجھتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آج روئے زمین پر ایک شخص بھی ایسا نہیں جو

حضرت مریم صدیقہ کی خدائی کا قائل

ہو۔ جب ہمیں موجودہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا۔ جو حضرت مریم کی خدائی کا قائل ہو۔ تو ہمیں تاریخ کی ورق گردانی پڑتی ہے۔ اور بڑی بڑی پرانی تاریخوں کی چھان بین کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں عیسائیوں کا ایک چھوٹا سا فرقہ تھا۔ جو یہ کہا کرتا تھا۔ کہ حضرت مریم صدیقہ بھی خدا ہیں۔ مگر قرآن نے تو یہ نہیں کہا۔ کہ یہ ایک چھوٹا سا فرقہ ہے۔ اس نے تو عام رنگ میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح یہ حوالہ ہے۔ بعض یہود کا ممکن ہے یہ خیال ہو۔ کہ "اگر نبوت کا دعوےٰ کرنے والا مقتول ہو جائے۔ تو وہ مفتری ہوتا ہے۔ سچا نبی نہیں ہوتا"۔ مگر مجھے کوئی حوالہ یاد نہیں۔ اور نہ ایسے یہود کا علم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حوالے بالعموم مفتی محمد صادق صاحب نکال کر دیا کرتے تھے۔ اور یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوئی ایسا حوالہ بتایا گیا ہوگا۔ جس کی بناء پر آپ نے یہ لکھا۔ گو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ میری نظر سے ابھی تک کوئی ایسا حوالہ نہیں گزرا۔ بہرحال اگر بعض یہود کا بھی یہ عقیدہ ہو۔ تو بھی اس عقیدہ کو ہم ساری قوم کی طرف منسوب کرسکتے ہیں۔ گو مراد اس سے بعض یہود ہی ہوں گے۔ اکثر یہود کا جو عقیدہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ نبی جو صلیب پر مارا جائے۔ وہ لعنتی ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ جو نبی قتل ہو جائے۔ وہ بھی لعنتی ہوتا ہے۔ گویا قتل ہونا یا مارا جانا جھوٹے ہونے کی علامت نہیں۔ بلکہ صلیب پر مارا جانا جھوٹے ہونے کی علامت ہے۔ اور اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہود کی طرف جو امر منسوب فرمایا ہے۔ یہ تمام یہود کا نہیں۔ بلکہ بعض یہود کا ہے۔ اور میں بتا چکا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا اسی طرح ذکر کیا ہے جس طرح قرآن کریم نے کہہ دیا۔ کہ عیسائی حضرت مریم صدیقہ کو خدا مانتے ہیں۔ حالانکہ آج انہیں خدا ماننے والا ایک عیسائی بھی نہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ یہود کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ عقیدہ ہے۔ کہ عزیز اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ اب تم تمام یہودیوں سے پوچھ دیکھو۔ وہ کبھی نہیں مانیں گے۔ کہ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ اس کے متعلق بھی ہمیں پرانی تاریخوں کی چھان بین کرنی پڑتی ہے۔ اور ایک لمبی تلاش کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانہ میں یہود کے بعض قبائل یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ حضرت عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر عام رنگ میں کر دیا۔ یہ نہیں کیا۔ کہ عام یہود ایسا نہیں مانتے۔ صرف بعض یہود کا یہ خیال ہے کیونکہ اگر ساری قوم میں سے کچھ لوگ بھی غلط راستے پر ہوں۔ اور قوم ان کا ردنہ کرے۔ تو ساری قوم پر اعتراض عائد ہوتا ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ فلاں قوم ایسا کہتی ہے۔

ہمارے دعویٰ کا ایک اور ثبوت بھی موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہود نے جب یہ الزام لگایا۔ کہ وہ صلیب پر لٹک کر فوت ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے دعویٰ کیا۔ کہ وہ لعنتی موت مرے ہیں۔ تو دیکھو لو۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی کتنی تردید کی۔ اور کس طرح بار بار کہا۔ کہ یہود اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اگر اسکی وجہ محض یہود کا یہ عقیدہ رکھنا ہوتی۔ کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ اور محض قتل کی وجہ سے وہ سمجھتے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جھوٹے ہیں۔ تو جب انہوں نے کہا تھا۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی قتل ہوئے ہیں۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ قرآن کریم اس کا بھی رد کرتا۔ مگر قرآن کریم یحییٰ علیہ السلام کی برأت نہیں کرتا۔ نہ یہود اس پر لعنت کا الزام لگاتے ہیں۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسکی تردید کرتے ہیں۔ مگر مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کی قرآن بار بار تردید کرتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تردید کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالےٰ کی کوئی خاص رشتہ داری ہے۔ کہ جب ان پر کوئی الزام لگتا ہے۔ اسوقت تو وہ تردید کرنے لگ جاتا ہے۔ لیکن اگر اسی قسم کا الزام یحییٰ پر لگے۔ تو وہ تردید کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو وہ بار بار کہتا ہے۔ کہ یہود بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔ عیسےٰ ہرگز صلیب پر نہیں مرا۔ بل رفعه الله اليه خدا نے اسے عزت دی۔ اسی طرح اني متوفيك فلما توفيتني اور اور دوسری آیتوں میں خدا اسکی تردید کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح ع کی صلیب پر موت نہیں ہوئی۔ مگر اسی قسم کی موت یعنی جھوٹوں والی موت کا الزام یہود حضرت یحییٰ پر بھی لگاتے ہیں۔ اور وہ کوئی تردید نہیں کرتا۔

پھر اگر یہود کا واقعہ میں یہ عقیدہ ہوتا۔ کہ اگر نبوت کا دعوے کرنے والا مقتول ہو جائے۔ تو وہ مفتری ہوتا ہے۔ تو انہیں چاہیئے تھا۔ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جھوٹا نبی سمجھتے۔ حالانکہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ یہود کی اکثریت انہیں بزرگ تسلیم کرتی ہے۔ اور ان کا ایک حصہ انہیں نبی مانتا ہے۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا۔ کہ جو نبی بھی قتل ہو جائے۔ وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ تو وہ حضرت یحییٰ ع کو مقتول ماننے کے باوجود بزرگ کس طرح تسلیم کرتے۔ کیا کوئی جھوٹا شخص بھی بزرگ ہوا کرتا ہے۔ مگر یہ ایک واقعہ ہے۔ کہ آج تک یہودی انہیں بزرگ مانتے چلے آتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی مسیح کے صلیب کے واقعہ کی تو بار بار تردید کرتے ہیں۔ مگر قتل یحییٰ کی کوئی تردید نہیں کرتے۔ اور اگر ذکر کرتے ہیں۔ تو اس طرح کہ یحییٰ قتل ہوا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کی صداقت کے لئے اس امر کی ہرگز کوئی ضرورت نہ تھی۔ کہ بار بار اس امر پر زور دیا جاتا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹک کر فوت نہیں ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دعوے کی صداقت کے لئے صرف اتنی بات ثابت کر دینی کافی تھی۔ کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں۔ چاہے وہ صلیب پر فوت ہوئے ہوں۔ یا طبعی موت سے مرے ہوں۔ کیونکہ اگر ان کی وفات ثابت نہ ہوتی تو آپ کا دعویٰ ثابت نہ ہو سکتا۔ اور ایک کہنے والا کہہ سکتا تھا۔ کہ جب مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے۔ اور اسی نے آخری زمانہ میں آنا ہے۔ تو آپ کو ہم کیوں مانیں۔ پس ضرورت صرف اس امر کی تھی۔ کہ حضرت مسیح کی وفات ثابت کر دی جاتی۔ اس امر کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کہ یہ ثابت کیا جاتا۔ مسیح صلیب پر لٹک کر فوت نہیں ہوا۔ وہ چاہے صلیب پر مرتے۔ یا طبعی موت سے وفات پاتے بات ایک ہی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعوے ہر صورت میں ثابت تھا۔ مگر آپ نے اسکی تردید کی۔ اور اس لئے کی۔ کہ اس سے قرآن اور روحانیت پر ضرب پڑتی تھی۔ پس آپ نے اس پر اپنے لئے زور نہیں دیا۔ بلکہ قرآن کریم کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے دیا۔ ورنہ آپ کا دعوے ہر صورت میں ثابت تھا۔ چاہے یہ کہا جاتا۔ کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہوئے ہیں۔ چاہے یہ کہا جاتا۔ کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے ہیں۔ بہرحال جب یہ ثابت ہو جاتا۔ کہ وہ مر گئے ہیں۔ اور اب دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔ اور ایک عقلمند شخص یہ سوچ سکتا تھا۔ کہ جب پہلا مسیح مر چکا ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پیشگوئیاں یہ ہیں۔ کہ ایک مسیح آنے والا ہے۔ تو ضرور اس سے مراد اس کا کوئی بروز اور مثیل ہے۔ اور اس کے بعد وہ اس بات پر مجبور ہوتا۔ کہ آپ کے دعوے پر غور کرے پس آپ کو اپنے دعوے کے ثبوت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر سے زندہ اتارنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مگر سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ آپ نے اس پر بڑا زور دیا ہے۔ اور بار بار فرمایا ہے۔ کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ پس سوال یہ ہے۔ کہ آپ نے اس پر کیوں زور دیا۔ جبکہ آپ کے دعوے کے ساتھ براہ راست اس امر کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس کا جواب یہی ہے۔ کہ آپ نے اپنے فائدہ کے لئے نہیں۔ بلکہ قرآنی صداقت کے اظہار کے لئے اس پر زور دیا۔ اور اس لئے زور دیا۔ کہ اس سے قرآن اور روحانیت پر ضرب پڑتی تھی۔ لیکن جب یحییٰ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے۔ تو وہاں ایک دفعہ بھی یہ نہیں فرماتے۔ کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ بلکہ جہاں کہتے ہیں۔ یہی کہتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ ع قتل ہوئے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قتل یحییٰ ع سے آپ کے نزدیک کسی قرآنی صداقت پر زد نہیں پڑتی تھی۔ ممکن ہے۔ کوئی کہہ دے۔ کہ عام حوالوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرما دیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے انبیاء کو قتل سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ چونکہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی تھا۔ کہ انبیاءؑ قتل سے محفوظ رہتے ہیں۔ اسلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا الگ ذکر نہیں فرمایا۔ ہم کہتے ہیں۔ اگر عام حوالے ہی کافی ہو سکتے تھے تو پھر حضرت مسیح ع کے واقعہ کے متعلق زور دینے اور بار بار بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے متعلق بھی سمجھ لیتے۔ کہ عام حوالوں سے اسکی تردید ہو چکی ہے۔ اور خاص طور پر زور نہ دیتے۔ اور دونوں سے یکساں سلوک کرتے۔ اگر ایک کا ذکر چھوڑا تھا۔ تو دوسرے کا ذکر بھی چھوڑ دیتے۔ اور اگر ایک کے متعلق زور دیا تھا۔ تو دوسرے کے متعلق بھی زور دے دیتے۔ مگر آپ نے حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کی تو بار بار تردید فرمائی۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل ہونے کی ایک جگہ بھی تردید نہیں فرمائی بلکہ جہاں لکھا ہے یہی لکھا ہے۔ کہ وہ قتل ہوئے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ ع کے واقعۂ قتل کی آپ نے اسلئے تردید نہیں کی۔ کہ وہ واقعہ میں قتل ہوئے۔ اور حضرت مسیح ع کے مصلوب نہ ہونے پر اسلئے زور دیا۔ کہ وہ واقعہ میں صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ بعضوں نے لکھا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو حوالجات ہیں۔ یہ پہلے کے ہیں۔ اور جن حوالوں میں آپ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ انبیاء ع قتل سے محفوظ رہتے ہیں۔ جیسا کہ تحفہ گولڑویہ وغیرہ میں۔ وہ بعد کے ہیں۔ اور بعض ایسی کتابوں کے ہیں۔ جو ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھیں۔ اس لئے بعد کے حوالے زیادہ یقینی ہیں۔ بہ نسبت پہلے حوالوں کے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول میری جس قدر روایتیں ہیں۔ وہ سب بعد کے زمانہ کی ہیں۔ تحفہ گولڑویہ کی اشاعت کے وقت تو میں بالکل بچہ تھا۔ پس میں نے جو روایتیں بیان کی ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری دو تین سالوں کی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب فوت ہوئے ہیں۔ اس وقت میری عمر انیس ۱۹ سال کی تھی۔ اور وہ عمر جس میں مسائل سمجھ سکتا تھا۔ اور روایت یاد رکھ سکتا تھا۔ اور پیش کر سکتا تھا۔ وہ سولہ سترہ سال کی ہی ہو سکتی ہے۔

پس میں نے جو روایتیں بیان کی ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری تین چار سال سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ بہرحال بعد کا زمانہ ہے۔ پہلا نہیں۔ پھر میں نے پچھلی دفعہ بیان کیا تھا۔ کہ میں نے مفتی محمد صادق صاحب سے دریافت کرایا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ مجھے اس بارہ میں کچھ یاد نہیں۔ مگر اس کے بعد مفتی صاحب کی پرانی ڈائریوں میں سے وہی بات نکل آئی۔ جو میں نے بیان کی تھی۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ وہ ڈائری آج سے سال دو سال پہلے کی ان کی کتاب میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ اور اس کے اندر وہ تاریخ تک محفوظ ہے۔ جس تاریخ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات فرمائی۔ چنانچہ اس کتاب میں لکھا ہے۔ کہ ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو گویا اپنی وفات سے صرف چھ ماہ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

”جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے یوحنا نبی خدا تعالےٰ کی تبلیغ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اسی طرح ہم سے پہلے اسی ملک پنجاب میں سید احمد صاحب توحید کا وعظ کرتے ہوئے سکھوں کے زمانہ میں شہید ہو گئے۔ یہ بھی ایک مماثلت تھی جو خدا تعالےٰ نے پوری کر دی“۔ (ذکر حبیب صفحہ ۱۴۹)

یہ وفات سے صرف چھ مہینے پہلے کی بات ہے اور ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو ایسا فرماتے ہیں۔ اس کے بعد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا حوالہ تو اس ضمن میں کوئی مل ہی نہیں سکتا۔ پھر ایک دوست نے لکھا ہے۔ کہ حقیقۃ الوحی میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔ اور حقیقۃ الوحی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری تصانیف میں سے ہے۔ اور ۱۹۰۷ء میں چھپی ہے۔ گویا ایک طرف مفتی محمد صادق صاحب کی ڈائری ہے۔ جو ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کی ہے۔ دوسری طرف حقیقۃ الوحی کی شہادت ہے۔ جو ۱۹۰۷ء کی ہے۔ تیسری طرف میری روایتیں ہیں۔ جو بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ پھر ہمارے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت زیادہ روایات جمع کرنے والے دو ہی شخص ہیں۔ مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب کی روایت میں بتا چکا ہوں۔ رہے شیخ یعقوب علی صاحب۔ سو میں نے ان کی طرف بھی خط لکھا تھا۔ کہ اس بارہ میں آپ کی کیا گواہی ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا ہے کہ آپ میری گواہی تو حیدرآباد کے دوستوں سے پوچھ سکتے ہیں۔ کہ میں نے ان کے سامنے اس بارہ میں کیا کہا ہے۔ میری یہ حالت تھی۔ کہ جس دن الفضل میں میں نے مولوی ابوالعطاء صاحب کا یہ مضمون پڑھا۔ کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے۔ تو ایک شخص بشیر کنجاہی کو میں نے مخاطب کر کے کہا۔ جماعت میں ایک اور بڑا فتنہ پیدا کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ امر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ گویا وہ کہتے ہیں۔ میں نے مضمون پڑھتے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ یہ ہماری ساری عمر کے علم کے خلاف ہے۔ ہم ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنتے آئے ہیں۔ کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام شہید کئے گئے تھے۔ مگر آج یہ بیان کیا جا رہا ہے۔ کہ وہ شہید نہیں ہوئے۔ یہ وہ دو شخص ہیں۔ جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا منکر نکیر کہا کرتے تھے۔ فرماتے تھے۔ ادھر ہم بات کرتے ہیں۔ اور ادھر یہ اپنے اخباروں میں شائع کر دیتے ہیں۔ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے۔ یہ ہمارے دو بازو بھی ہیں۔ اور منکر نکیر بھی ہیں۔ بازو تو اس لئے کہ ان کے اخبارات کے ذریعہ دشمنوں کے حملوں کا رد ہو رہا ہے۔ اور منکر نکیر اس لئے کہ کوئی بات ادھر ہمارے منہ سے نکلتی ہے۔ اور ادھر یہ اپنے اخباروں میں شائع کر دیتے ہیں۔ جس سے دشمن بعض دفعہ فائدہ بھی اٹھا لیتا ہے اور جب وہ اعتراض کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ آپ نے فلاں بات یوں کہی ہے۔ تو ہم حیران ہوتے ہیں۔ کہ اسے کس طرح پتہ لگ گیا۔ اور وہ جھٹ ڈائری نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے۔ کہ فلاں وقت فلاں مجلس میں آپ نے یہ بات کہی تھی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دونوں کا نام منکر نکیر رکھا ہوا تھا۔ اب بھلا منکر نکیر سے زیادہ قابل اعتبار گواہی اور کس کی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اپنی گواہی بھی دی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ وفات تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام شہید ہوئے ہیں۔ وہ حوالے جو اپنے اندر عمومیت رکھتے ہیں۔ ان سے مراد بعض جگہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا وجود ہے۔ جیسے آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دی ہے۔ اور پھر کہا ہے۔ کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہو گئی۔ حالانکہ اس سے مراد آپ کی ذات ہی تھی۔

پس ایسے حوالوں میں یا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف اپنا ذکر کیا ہے۔ یا ان انبیاء کا ذکر کیا ہے۔ جو کبھی قتل نہیں ہو سکتے۔ جیسے سلسلہ کا پہلا اور پچھلا نبی۔ اور یا پھر اس سے مراد وہ انبیاء ہوں گے۔ جو خواہ درمیانی زمانہ میں آئیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کا وعدہ کر دے۔ اور میں بتا آیا ہوں۔ کہ ایسا وعدہ اگر کسی مومن سے ہو جائے۔ تو اسے بھی کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ آخر نہ مارا جانا انبیاء کے لئے شرط نہیں۔ کئی مومن بھی ایسے ہو سکتے ہیں۔ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ یہی وعدہ کر دے۔ اور اگر کسی مومن کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا وعدہ کر دے تو پھر اسے بھی کوئی قتل نہیں کر سکتا۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد قادیان میں طاعون کی بعض وارداتیں ہوئیں۔ مجھے بھی اتفاقاً بخار ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ران میں درد محسوس ہونے لگا۔ میں نے سمجھا۔ شاید طاعون ہونے لگا ہے۔ یہ خیال آتے ہی میرا وہم بڑھنا شروع ہوا۔ اور مجھے سخت فکر اور قلق محسوس ہوا۔ میں نے اپنے کمرہ کے دروازے بند کر لئے اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور گر کر دعا کرنے لگا۔ اور پھر تھک کر لیٹ گیا۔ اسی دوران میں جبکہ میں لیٹا ہوا دعا کر رہا تھا۔ میری آنکھیں کھلی تھیں۔ اور میں کامل بیداری کی حالت میں تھا۔ میں نے کیا دیکھا۔ کہ ایک سفید اور نہایت چمکتا ہوا نور ہے۔ جو نیچے سے آتا ہے اور اوپر چلا جاتا ہے۔ وہ نور ایک گول ستون کی شکل میں ہے۔ جیسے اس مسجد (مسجد اقصیٰ) میں گول ستون ہیں۔ اسی طرح وہ نور کا ایک ستون ہے۔ جو نہایت ہی براق اور سفید ہے۔ اس نور کے ستون نے اوپر کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ چھت پھاڑ کر باہر نکل گیا۔ پھر اور زیادہ اوپر کی طرف بڑھا۔ یہاں تک کہ بالاخانہ کی چھت کو پھاڑ کر بھی نکل گیا۔ اسی طرح وہ نور کا ستون اونچا ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے سمجھا۔ اب یہ غیر محدود فاصلہ تک پہنچ گیا ہے۔ پھر جب میں نے نیچے کی طرف خیال کیا۔ تو اسکی ابتدا کا بھی کوئی پتہ نہ چلتا تھا۔ گویا وہ ایک ایسا نور تھا۔ جس کی نہ ابتدا تھی نہ انتہا۔ جب اس طرح وہ نور زمین کی پاتال سے لے کر آسمان کی انتہا تک پہنچ گیا۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ اس نور میں سے ایک نہایت سفید اور نورانی ہاتھ نکلا ہے۔ اور اس نورانی اور سفید ہاتھ میں ایک سفید اور براق پیالہ ہے۔ اور اس سفید اور براق پیالہ میں نہایت سفید اور براق دودھ ہے اور مجھے کسی نے کہا۔ کہ اسے پی لو۔ چنانچہ میں اس دودھ کو پی گیا۔ جب میں نے تمام دودھ پی لیا۔ تو معاً میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ کہ اب میری امت بھی کبھی گمراہ نہیں ہو گی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے متعلق احادیث میں آتا ہے۔ کہ معراج کی رات آپؐ کے سامنے ایک شراب کا پیالہ اور ایک دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دودھ کا پیالہ پی لیا۔ اور شراب کا پیالہ رد کر دیا۔ اس پر جبرائیل ؑ نے کہا۔ آپ نے اچھا کیا۔ جو دودھ کا پیالہ لیا۔ اور شراب کا پیالہ نہ لیا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ کی امت کبھی گمراہ نہیں ہو گی۔ اسی طرح میں نے اس وقت دودھ کا پیالہ پی کر کہا۔ اب میری امت بھی کبھی گمراہ نہیں ہو گی۔ یہ استعارہ ہے۔ جو میری زبان پر جاری ہوا۔ اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ میں نبی بن گیا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ میرے شاگرد۔ میرے مرید۔ اور میرے اتباع کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ اور یہ مقام رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ظلی طور پر مجھے حاصل ہوا ہے۔ یہ نظارہ دیکھنے کے معاً بعد مجھے آرام ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ نہ مجھے بخار ہے۔ اور نہ کہیں درد کی شکایت۔

تو اس وقت اس رویاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہی بات بتائی۔ کہ تمہیں طاعون نہیں ہے۔ اور تم اس سے محفوظ رہو گے۔ حالانکہ یہ کوئی ضروری تو نہیں۔ کہ کسی مومن کو بھی طاعون نہ ہو۔ کئی مومن ہیں۔ جو طاعون سے شہید ہوتے ہیں۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا۔ کہ تمہیں طاعون نہیں ہے۔ اور تم اس سے بفضلہ محفوظ ہو۔ اسی طرح بعض دفعہ مومن بھی اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی بناء پر کہہ سکتا ہے۔ کہ مجھے کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ اور پھر واقعہ میں کوئی دشمن اسے قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر یہ امر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ انبیاء کا قتل شاذونادر ہوتا ہے۔ اسی لئے میرا طریق اور علمائے سلسلہ کا بھی یہی طریق رہا ہے کہ قرآن کریم میں انبیاء کے متعلق جب قتل وغیرہ کے الفاظ آئیں۔ تو ہم ان کی تاویل کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ قتل سے مراد کوشش قتل یا ارادۂ قتل ہے۔ کیونکہ وہاں عام لفظ ہیں۔ اور خطرہ ہوتا ہے۔ کہ لوگ اس کے مضمون کو عام نہ کر دیں۔ کیونکہ اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ہم انبیاء کے متعلق قتل کی کلیۃً نفی کر دیں۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صحابہؓ کو بھی بعض دفعہ شکست ہوتی ہے۔ مثلاً اُحد کے موقع پر۔ گو میرا احساس یہی ہے۔ کہ میں اُحد کی شکست کو بھی فتح ہی سمجھتا ہوں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ مگر پھر بھی اس وقت حالات ایسا رنگ پکڑ گئے تھے۔ کہ تھوڑی دیر کے لئے مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی تھی۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ہم اس واقعہ پر زور دینے لگ جائیں۔ استثنائی حالات اور ہوتے ہیں۔ اور قاعدہ کلیہ اور ہوتا ہے۔ اسی طرح عام قاعدہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی تائید کرتا اور انہیں دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ لیکن استثنائی طور پر بعض انبیاء قتل بھی ہو جاتے ہیں۔ پس چونکہ انبیاء کا قتل نہایت ہی شاذ ہوتا ہے۔ اور دشمن کو اس طرح بہت بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے ہماری کوشش یہی ہوتی ہے۔ کہ شاذ کو شاذ ہی رہنے دیں۔ اور اسے وسیع نہ کریں۔

ایک دوست نے لکھا ہے۔ کہ یقتلون النبیین کے معنے ہمیں تو یہی پڑھائے گئے تھے۔ کہ وہ نبیوں سے لڑتے ہیں۔ مگر آج یہ معنے کئے جاتے ہیں۔ کہ وہ نبیوں کو قتل کرتے تھے۔ اس کا جواب یہی ہے۔ کہ جس طرح پہلے یہ معنے پڑھائے گئے تھے۔ اسی طرح اب بھی یہی پڑھائے جاتے ہیں۔ اور آئندہ بھی یہی پڑھائے جائیں گے۔ مگر جب حضرت یحیٰی علیہ السلام کا ذکر آئے گا۔ تو پہلے بھی یہی کہتے تھے۔ اور اب بھی یہی کہیں گے۔ کہ وہ شہید ہوئے ہیں۔ مگر بایں ہمہ ہم اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے متعلق کوئی ایسی بات گوارا نہیں کر سکتے۔ جس سے ان کی توہین ہو۔ یا جس میں ان کی سُبکی ہو۔ چونکہ قتل میں انبیاء کی ایک طرح کی سُبکی ہوتی ہے۔ اور دشمن کو خوشی کا سامان ہاتھ آتا ہے۔ اس لئے ہماری کوشش یہی ہوتی ہے۔ کہ جہاں نبیوں کے عام ذکر کے ساتھ قتل کا لفظ آئے۔ وہاں اس کے معنے ارادۂ قتل یا کوشش قتل یا لڑائی جھگڑے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے کریں۔ تا کہ شاگرد پر یہ اثر نہ ہو۔ کہ شائد نبیوں کا قتل کوئی معمولی بات ہے۔ مگر مومن کا یہ بھی کام ہے۔ کہ جہاں خدا اسے یہ کہے۔ کہ فلاں نبی قتل ہوا ہے۔ وہاں اس حقیقت کا بھی اظہار کر دے۔ پس میں نے ضروری سمجھا۔ کہ اس حقیقت کو واضح طور پر احباب کے سامنے رکھ دوں۔ میں نے اس ضمن میں بہت سی شہادتیں بیان کی ہیں۔ صحابہ میں سے ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب میر مہدی حسین صاحب۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب کی شہادتیں بیان کی ہیں۔ اپنی شہادت بھی بیان کی ہے۔ اور پھر بتایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں بھی یہی مسئلہ بیان ہوا ہے۔ حتیٰ کہ حقیقۃ الوحی میں بھی جیسا کہ ایک دوست نے لکھا ہے۔ یہی بات بیان کی گئی ہے۔ پھر تاریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی بات بیان فرمائی ہے۔ پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ جیوش انسائیکلو پیڈیا میں جوزیفس نامی مشہور مورخ کے حوالہ سے بھی اسی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہودیوں مسیحیوں اور رومیوں تینوں قوموں کا یہ متفقہ عقیدہ ہے۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل کئے گئے۔ اتنی بڑی شہادتوں کے بعد یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ قتل یحییٰ ؑ کا انکار کیا جا سکے۔ اور اگر کوئی شخص اتنی بڑی شہادتوں کے بعد بھی شبہ کی گنجائش نکالتا ہے۔ تو اس کے لئے دنیا میں کسی ایک شہادت کا معلوم کرنا بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ ہر صداقت انہی ذرائع سے ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر ان ذرائع اور شواہد کا انکار کر دیا جائے۔ تو پھر کوئی صداقت ثابت نہیں ہو سکتی۔ (الفضل)

دارالامان کی خبریں

(۱) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ ۲۳ ستمبر ۳۸ء کو دن کے گیارہ بجے بذریعہ موٹر لاہور سے مع الخیر رونق افروز دارالامان ہوئے۔ ۲۷ ستمبر حضور کو نزلہ اور سر درد کی شکایت رہی۔ احباب دعائے صحت کریں۔

(۲) حضرت ام المومنین مدظلہا العالی بدستور علیل ہیں۔ دعائے صحت کی جائے۔

(۳) قادیان میں آج کل چوری کی واردات بڑھ رہی ہیں بکنگ کلرک صاحب ریلوے اسٹیشن کے گھر سینہ زوری سے چوری ہوئی۔ بابو صاحب کو لاٹھیوں سے مارا وہ زخمی ہوئے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ کے طلائی کنگن ہاتھوں سے کھینچکر نکالے۔ شور ہونے پر بھاگ گئے۔ اور ایک کنگن افراتفری میں چھوڑ گئے۔ اس سے علاوہ بھی احمدی محلوں میں چوریاں ہو رہی ہیں۔ (۴) احمدیہ سکول مرکز کے بعد تعطیلات موسمی کھل گئے ہیں۔

تبلیغی رپورٹ شعبۂ تحریک جدید

بٹاویہ اور بوگر (جاوا) میں ۳۱ جولائی کو تحریک جدید کے کامیاب جلسے

سید شاہ محمد صاحب مجاہد تحریک جدید بٹاویہ (علاقہ جاوا) سے مندرجہ ذیل تبلیغی رپورٹ ارسال کرتے ہیں کہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد مبارک کی تعمیل میں جاوا اور سماٹرا کی تمام جماعتوں کی طرف مکرم محمد محی الدین صاحب پریذیڈنٹ اعلیٰ جماعتہائے انڈونیشیا نے ایک ضروری سرکلر ۳۱ جولائی کو جلسوں کے متعلق بھیجا۔ چنانچہ بٹاویہ اور بوگر کی جماعتوں کے متعلق جہاں کہ خاکسار نے شمولیت اختیار کی۔ مختصر رپورٹ عرض کر کے احباب کرام جماعت احمدیہ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ احباب یہاں کی جماعتوں کے اخلاص ایمان اور ترقی کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ جہاں کہ دوسری جماعتوں کے لئے دعائیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلسلہ کی جملہ تحریکوں میں یہاں کی جماعتیں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

جماعت بٹاویہ کا جلسہ۔ چونکہ ۳۱ جولائی کو خاکسار نے بوگر جا کر وہاں تقریر کرنی تھی۔ جو کہ پروگرام میں رکھی جا چکی تھی۔ اسلئے بٹاویہ میں جلسہ کا انتظام ۳۰/۳۱ جولائی کی درمیانی شب کو کیا گیا۔ حسب پروگرام رات کے ۸½ بجے جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن مجید سے شروع کی گئی۔ ۱۲.۱۵ بجے رات کو بعد دعا جلسہ ختم ہوا۔ احباب جماعت مرد و خواتین اور بچے کثرت سے تشریف لائے۔ مندرجہ ذیل احباب نے تقریریں کیں۔ محمد محی الدین صاحب پریذیڈنٹ اعلیٰ جماعتہائے احمدیہ جزائر شرق الہند۔ کرتا تماجہ صاحب سکرٹری تبلیغ جماعتہائے شرق الہند محمد برماوی صاحب پریذیڈنٹ جماعت بٹاویہ۔ عبد الرحمٰن صاحب۔ حاجی احمد جعفری صاحب۔ سیراتی صاحب۔ سالم بن سونکو صاحب اور خاکسار سید شاہ محمد۔

مکرم محمد محی الدین صاحب نے ۵۰ منٹ ایک مبسوط اور مفصل ایمان افروز تقریر کی۔ جسمیں تحریک جدید کے جاری کرنے کے اغراض اور تحریک جدید کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے ثابت کیا۔ کہ جماعت کی روحانی زندگی کی ترقی کا واحد ذریعہ اب تحریک جدید کی سیڑھی ہے۔ ان کے بعد مکرم کرتا تماجہ صاحب نے تحریک جدید کے مطالبات کی کیا کیا حکمتیں ہیں کے موضوع پر نہایت مدلل تقریر کی۔ اور احباب کو توجہ دلائی۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ تحریک جاری کر کے انبیاء گذشتہ کا پروگرام ہمارے سامنے رکھا ہے۔ جس پر عمل کر کے ہم اپنی زندگیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے مشابہ بنا سکتے ہیں۔ ان کے بعد مکرم محمد برماوی صاحب اور دیگر احباب نے تحریک جدید کے مختلف مطالبات پر تقریریں کیں۔ آخر میں خاکسار کی تقریر تھی۔ جو کہ تحریک جدید کے تمام مطالبات کے متعلق مجمل طور پر اور مطالبہ نمبر انیس ۱۹ (مطالبہ دعا) اور اس موضوع پر تھی۔ کہ تحریک جدید پر ہم کس طرح عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ تقریباً تقریباً ایک گھنٹہ کے قریب رہی۔ نیز بقایا جات کے جلد پورا کرنے اور سال چہارم کے وعدے جلد پورا کرنے کی طرف بھی احباب جماعت کو توجہ دلائی۔

سال چہارم کے لئے یہاں سے وعدے بھیجے ہوئے ابھی ایک ہی ماہ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقریباً ۷۰۰ روپے کے وعدے جماعت بٹاویہ کی طرف سے ہوئے ہیں۔ ہندوستانی احباب حکیم رحمت اللہ صاحب۔ حکیم محمد عبد اللہ صاحب۔ حکیم شیر محمد صاحب طفیل محمد صاحب اور حشمت علی صاحب نے اپنے اپنے وعدے سال چہارم سو فیصدی ادا کر دیئے ہیں جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ جو کہ ۳۵، ۲۵، ۵، ۱۵، ۱۵ روپے علی الترتیب تھے۔ اسی طرح حکیم علم الدین صاحب نے بھی اپنا وعدہ سو فیصدی ادا کر دیا ہے۔ جو کہ یہاں سے دور باہر ایک جزیرہ میں ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ ان دوستوں نے نہ ہی تحریک جدید کے وعدے ہی ادا کئے ہیں۔ بلکہ خلافت جوبلی کی تحریک میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ یعنی حکیم رحمت اللہ صاحب مبلغ ۵۰ روپے حکیم عبد اللہ صاحب مبلغ ۵۰ روپے۔ حکیم شیر محمد صاحب مبلغ ۵۰ روپے۔ حکیم حشمت علی صاحب مبلغ ۱۵ روپے حکیم طفیل محمد صاحب مبلغ ۱۵ روپے۔ اور حکیم ولی محمد صاحب جن کو بیعت کئے ہوئے چند ماہ ہوئے ہیں۔ مبلغ دس روپے کے وعدے کئے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ میرا اپنا تجربہ ہے۔ کہ یہ دوست سلسلہ کی ہر تحریک میں حسب توفیق بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

جماعت بوگر کا جلسہ۔ ۳۱ جولائی کو حسب پروگرام یہ عاجز صبح کی نماز سے فارغ ہو کر بوگر گیا۔ جہاں کہ ۹ بجے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ اور ایک بجے بعد دعا جلسہ ختم ہوا۔ مکرم ہدایت صاحب پریذیڈنٹ جماعت بوگر۔ مکرم زکریا صاحب جنرل سکرٹری جماعت و سکرٹری عام برائے تحریک جدید اور خاکسار نے تقریریں کیں۔ عاجز کی تقریر تقریباً تین گھنٹے ہوئی۔ جسمیں تحریک جدید کے اغراض اور مقاصد عالیہ اور جملہ مطالبات کے متعلق مفصل طور پر بیان کر کے احباب جماعت کو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے منشاء مبارک کے مطابق اپنی زندگیاں بنانے کی طرف توجہ دلائی۔ ہماری جماعت گو مالی لحاظ سے غریب ہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر تحریک پر قربانی کا اعلیٰ نمونہ دکھاتی ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ اس جماعت نے نہ ہی گذشتہ بقایا جات کا بہت بڑا حصہ ادا کر دیا ہے۔ بلکہ سال چہارم کے وعدوں میں سے بھی کافی حصہ ادا کر دیا ہے۔ اور ہر مہینہ میں باقاعدہ طور پر وعدوں کا کافی حصہ ادا ہوتا ہے۔ اس سال کے وعدے جماعت بوگر کی طرف سے کم و بیش پانچ صد روپوں کے قریب ہیں۔ جو کہ گذشتہ سال کی نسبت اڑھائی گنا سے بھی زائد ہیں۔ اسی طرح خلافت جوبلی میں جماعت کے دوستوں مرد مستورات اور بچوں نے حصہ لیا ہے۔ اور اس وقت تک تقریباً ساڑھے تین صد روپے کے وعدے ہو چکے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

(باقی دیکھو صـ۱۲ کالم اول)

اظہار درد بر وفات عزیز عنایت اللہ محمود مرحوم طالب علم مدرسہ احمدیہ قادیان

عزیز عنایت اللہ محمود مرحوم مکرمی منشی کرم علی صاحب خوشنویس قادیان کا جوان سال خوش شکل اور خوش اخلاق لڑکا تھا۔ امسال سالانہ چھٹیوں پر اپنے رشتہ داروں میں تبلیغ کرنے گوجرانوالہ گیا تھا۔ وہاں سے بیمار ہو کر قادیان آیا۔ اور چند دن بیمار رہ کر راہی ملک عدم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ منشی صاحب کے اس سے پہلے بھی کئی بچے فوت ہو چکے ہیں۔ لیکن عزیز عنایت اللہ اپنے سارے خاندان میں بلحاظ صورت و سیرت سب سے ممتاز تھا۔ ۱۷ سال کی عمر میں اپنے بوڑھے ماں باپ کو داغ مفارقت دے گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

۱۹۳۸

خلیل سیرت عنایت اللہ جو پاک دل اور پاک رُو تھا ۔۔۔ بہت خوش اخلاق نوجواں تھا حسین صورت تھا پاک خو تھا

متین و سنجیدہ نیک تھا وہ شریف و صالح کریم تھا وہ ۔۔۔ سعید و صابر تھا باوفا تھا اور اپنے دل کا حلیم تھا وہ

بہت ہی شرمیلا نوجواں تھا حیا کا پُتلا تھا پارسا تھا ۔۔۔ بدی سے نفرت تھی دل سے اسکو خدا کے بندو نہیں با خدا تھا

وہ اپنے ماں باپ کا پیارا اور انکی آنکھوں کا نور سارا ۔۔۔ وہ چھوڑ کر ان کو آہ دنیا بسوئے خلد بریں سدھارا

ہے دردناک اسکی موت ایسی کہ جسنے توڑی کمر ہے سب کی ۔۔۔ مگر ہیں ہم بھی اسی میں راضی کہ جو ہے مرضی ہمارے رب کی

حزین و غمگیں ہمیں بنا کر وہ آہ ہم سے جدا ہوا ہے ۔۔۔ خدا کی اس پر ہو خاص رحمت شہید راہ خدا ہوا ہے

وہ ایک پانی کا بلبلا تھا بہت ہی نازک حباب تھا وہ
یہی ہے تاریخ مرگ اسکی کہ "خوبصورت گلاب" تھا وہ

۱۳۵۷ھ

(حافظ سلیم احمد اٹاوی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(بقیہ تبلیغی رپورٹ تحریک جدید)

خاکسار کے ساتھ تحریک جدید اور خلافت جوبلی اور دیگر کاموں میں مکرم ہدایت صاحب پریذیڈنٹ جماعت بوگر (جو کہ جماعت کی روح رواں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو لمبی عمر دے۔ اور بیش از بیش خدمت دین و خلائق کی توفیق دے۔ آمین) مکرم برادرم زکریا صاحب جنرل سکرٹری و سکرٹری تحریک جدید برائے جماعت بوگر نے نہایت تعاون سے کام کیا ہے۔ اور ہر طرح عاجز کی مدد کی ہے۔ ان کے علاوہ مکرم عبد الرحمٰن صاحب سکرٹری تعلیم و تربیت بھی خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور مکرم مارا صاحب سکرٹری مال۔ ان تمام دوستوں نے ہر وقت اور ہر موقع پر سلسلہ کے کاموں میں ان تھک کام کیا ہے۔ اور نہایت اخلاص اور جانفشانی سے جماعت کے کام کرتے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ احباب کرام تمام احباب جماعت اور مذکورہ بالا دوستوں کے لئے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اس کے علاوہ یہاں کے ایک دوست حاجی محمد رائس نامی ہیں جن کے پاس عبد الرحمٰن صاحب تمیم اور خاکسار حسب مشورہ مکرم ہدایت صاحب و زکریا صاحب گئے۔ اور ان کو "مسجد بوگر" کے بنوانے میں نمایاں حصہ لینے کی تحریک کی۔ یہ صاحب زمیندار ہیں۔ اور بڑی جائیداد کے مالک ہیں۔ انہوں نے مکرم عبد الرحمٰن صاحب تمیم اور خاکسار سے یہ وعدہ کیا۔ کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ "مسجد احمدیہ بوگر" کے لئے ایک ہزار گلڈرز (تقریباً ۱۵۰۰ روپے) دیں گے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ ان کا ایک زمین بیچنے کا ارادہ ہے۔ اور وہاں سے روپیہ ملنے پر مسجد کے لئے بھی دینے کا ارادہ ہے۔ اپنا یہ وعدہ انہوں نے سیدنا حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں بھی بھیج دیا ہے۔ چونکہ عاجز نے ایک ہفتہ بعد ایک نئے مقام پر جانا تھا۔ اور وہاں ہی مستقل قیام کرنا ہے۔ جہاں کہ اس وقت کوئی جماعت نہیں۔ اسی لئے اس سلسلہ میں بھی آج ہی یہاں کی جماعت نے بعد جلسہ تحریک جدید ایک الوداعی جلسہ کیا۔ جس میں مختلف دوستوں نے تقریریں اور عاجز نے بھی مختصر الفاظ میں جواب دیا۔ احباب کرام عاجز کے لئے دعا فرمائیں۔ جہاں کہ جانا ہے۔ تا وہاں جماعت قائم ہو۔ آمین۔ بالآخر عاجز سیدنا و امامنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی۔ اور خاندان نبوت اور دیگر تمام بزرگان و احباب جماعت کی خدمت میں نہایت ہی عاجزانہ طور پر درخواست کرتا ہے۔ کہ یہاں پر ترقی جماعت اور اس عاجز کے لئے اور دیگر مجاہدین کے لئے دعا فرمائیں۔ والسلام۔ خاکسار خادم سلسلہ و حضرت امیر المؤمنین سید شاہ محمد عفی عنہ مجاہد تحریک جدید حال بٹاویہ۔

سلسلہ کی خبریں

خلافت جوبلی فنڈ کی وصولی کے لئے دورہ

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ الحاج مولوی عبد الرحیم صاحب نیر مبلغ انگلینڈ و مغربی افریقہ خلافت جوبلی فنڈ کے وعدوں اور وصولی کے لئے جماعتہائے یو۔ پی۔ بہار و اڑلیسہ۔ بنگال۔ مدراس۔ بمبئی اور حیدر آباد دکن وغیرہ میں دورہ پر جا رہے ہیں۔ تمام عہدہ داران جماعتہائے مقامی اور دیگر احباب سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ ان سے پوری طرح تعاون کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے۔ (ناظر بیت المال)

فوجی بھرتی اور احمدی نوجوان

احمدی جماعتوں کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو کمانڈنگ آفیسر صاحب 11/15 پنجاب رجمنٹ قادیان آ رہے ہیں۔ بھرتی شام کے چار بجے ہوگی۔ تمام بھرتی ہونے والے جوان ۳۰ ستمبر کی صبح کو پہنچ جائیں۔ شرائط بھرتی یہ ہیں۔

(۱) عمر ۱۸ سال سے ۲۲ سال تک (۲) چھاتی ۳۳ انچ سے ۳۵ انچ تک (یعنی پھلا کر ۳۵ انچ ہو جائے) (۳) وزن ایک من اٹھارہ سیر کے قریب (۴) نظر درست اور عام صحت اچھی ہو۔ قد ۵ فٹ ۷ انچ کے قریب۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے ترقی کا خاص موقعہ ہے۔ بھرتی ہونے میں قومی اور ملکی خدمت کے علاوہ آپ کا ذاتی مفاد بھی ہے۔ ضلع گورداسپور کی جماعتیں خاص توجہ کریں۔ خاکسار مرزا شریف احمد

بک ڈپو کے متعلق اعلان

احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ ملک فضل حسین صاحب سابق ٹھیکیدار بکڈپو کا ٹھیکہ منسوخ ہو چکا ہے۔ اس لئے ملک فضل حسین صاحب کے زمانہ میں جو لین و دین بک ڈپو کا ہوا ہے۔ یا جو رقوم انہوں نے گاہکوں سے بطور پیشگی وصول کی ہیں۔ ان کی ذمہ واری انہی پر ہے۔ اور نظارت تالیف و اشاعت اور صدر انجمن احمدیہ کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اسی طرح اگر ان کو کسی سابقہ حساب میں کوئی رقم کسی کی طرف سے وصول ہوگی۔ تو وہ ملک فضل حسین صاحب کا حق ہوگا۔

(ناظر تالیف و تصنیف)

احمدی نوجوانوں کی ضرورت

نوجوان احمدی جو کم سے کم اردو لکھنا پڑھنا اچھی طرح جانتے ہوں۔ اگر وہ کپڑا بننا اور پختہ رنگ رنگنا سیکھنا چاہیں۔ اور کم سے کم ایک سال تک برابر اس کام کو محنت سے سیکھیں۔ تو دفتر ناظم تجارت تحریک جدید میں درخواست دیں۔ اگر کافی تعداد ایسے طلبا کی ہوئی۔ اور وہ معاہدہ ایک سال کی تعلیم کا مستقل طور پر کریں گے۔ اور اپنا خرچ بود و باش کا خود اٹھائیں گے۔ تو ایسی تعلیم کے انتظام کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ قادیان کے اور قریب فاصلہ کے لوگ اور ایسے لوگ جو اپنے بچوں کو قادیان میں اپنے انتظام سے رکھ سکتے ہوں۔ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ۱۵ سال سے کم عمر کے ہوں۔

(ناظم تجارت تحریک جدید قادیان)

قابل شادی لڑکے لڑکیوں کی فہرست بھجوائیں

نظارت امور عامہ کی طرف سے جماعتوں کے عہدہ داروں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ کہ سب جماعتیں اپنے اپنے ہاں کے قابل شادی افراد کے کوائف نظارت ہذا کے شعبہ رشتہ ناطہ کو پندرہ دن کے اندر اندر بھجوا دیں۔ مگر افسوس کہ اس وقت تک ایک ماہ کے عرصہ میں صرف جماعتہائے پسرور ضلع سیالکوٹ و چک 2/85 محمود پور اور منٹگمری کی طرف سے اطلاعات اس بارہ میں ملی ہیں۔ جہاں میں اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مندرجہ بالا جماعتوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ وہاں مجھے اس امر پر تعجب اور افسوس بھی ہے کہ دوسری جماعتوں نے اس وقت تک اس طرف توجہ نہیں کی۔ اور اگر مقامی جماعتوں کی طرف سے مرکزی دفاتر کے ساتھ پورے طور پر تعاون نہ کیا جائے۔ تو پھر احباب سمجھ سکتے ہیں۔ کہ مرکزی دفاتر جماعت کے کاموں کو کس طرح پایہ تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں۔ بنابریں اس اعلان کے ذریعہ دوبارہ ان جماعتوں کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ جن کی طرف سے اس اعلان کے بارہ میں ابھی تک نظارت ہذا کو مطلوبہ فہرستیں نہیں بھیجی گئیں۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ تلافی مافات کریں گی (ناظر امور عامہ)

فروخت کتب کیلئے ایک کارکن کی ضرورت

بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان کو اپنی کتب کی فروختگی کے لئے قادیان میں ایک ایسے تجربہ کار محنتی دیانتدار اور ہوشیار آدمی کی ضرورت ہے۔ جو فروخت کتب سے واقفیت رکھتا ہو۔ کمشن معقول دیا جائیگا۔ ضرورتمند

چیدہ خبریں

لنڈن۔ ۱۸ ستمبر۔ آج لنڈن میں چیکوسلواکیہ کے وزیر نے بتایا۔ کہ حکومت جرمنی نے اعلان کیا ہے۔ کہ چیکوسلواکیہ میں جتنے سوڈٹین جرمنوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ جرمنی میں اتنے ہی چیک لوگوں کو گرفتار کیا جائے۔ اس طرح اگر کسی سوڈٹین جرمنی کو موت کی سزا دی جائے۔ تو اس کے مقابلہ میں یہی سزا چیک کے باشندوں کو دی جائے۔

لنڈن۔ ۱۷ ستمبر۔ روسی ڈکٹیٹر سٹالین نے موجودہ بین الاقوامی صورت حالات کے پیش نظر اپنے دورہ کے سارے پروگرام ملتوی کر دیئے ہیں روس کی فوجوں کو "تیار رہنے" کا حکم دیا گیا ہے۔

لنڈن۔ ۱۸ ستمبر۔ آخر وہی ہوا۔ جس کا خدشہ تھا۔ انگلستان اور فرانس کے نمائندوں نے باہمی کانفرنس کر کے اس بات کا فیصلہ کیا ہے۔ کہ چیکوسلواکیہ کی حکومت پر زور دیا جائے۔ کہ وہ ذیل کی تجاویز منظور کرے۔

(۱) وہ تمام علاقے جن میں ستر فی صدی جرمن آباد ہیں۔ جرمنی کے حوالے کر دیئے جائیں۔

(۲) جہاں وہ اقلیت میں ہیں۔ وہاں انہیں حکومت خود مختاری دی جائے۔

(۳) غیر ملکی پالیسی میں حکومت غیر جانبدار رہے۔

(۴) حکومت کے تحفظ کے لئے متعلقہ حکومتیں ضمانت دیں گی۔

چیکوسلواکیہ

ان تجاویز نے چیکوسلواکیہ پر یاس اور افسوس کی بجلی گرا دی ہے۔ چیک اخبارات لکھ رہے ہیں۔ کہ ان تجاویز کو قبول کرنے سے مر جانا بہتر ہے۔ چیک حکومت نے سوڈٹین جرمنوں کے علاقوں پر مارشل کو مزید وسعت دے دی ہے۔

روس وزیر خارجہ کا اعلان

آج مجلس اقوام کے اجلاس میں روسی وزیر خارجہ لیٹونیوف نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ جس میں اس نے کہا۔ کہ حالات اس قدر نازک صورت اختیار کر گئے ہیں۔ کہ ممکن ہے۔ حکومت چیکوسلواکیہ کو ایک آدھ دن میں ہی جنگ کے میدان میں کودنا پڑے۔ دنیا بھر کے لوگوں کو چیکوسلواکیہ سے ہمدردی ہے۔ روس کی حکمت عملی سب پر واضح ہے۔ یعنی یہ کہ روس چیکوسلواکیہ کا ساتھ دے گا۔